

ماہنامہ

شمس الاسلام

بھیرہ

حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم اشان عمارت کی موت دارالعلوم عزیزہ بھیرہ کا اجزاء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - ہتیم خانہ - دارالمبلغین اسلام تبلیغی کانفرنس غرض ہر طرفہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کیلئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے ۔ حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بزرگ ثواب دارین حاصل فرمائیں ۔

افتخار احمد بگٹی کان اللہ

ایئر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

بِسْمِ الرَّسُولِ الْكَرِيمِ

مختلہ دائرہ

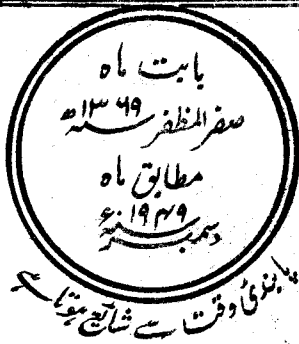
مولانا الحاج افتخار احمد صاحب لکھنؤ، ہرگز الاسلام

مستقل

مبین

مترجمان
عوام
معاونین
طالبین

1775-1776



ماہنامہ I شمس الاسلام

I
مدیر اعزازی - سید سیاح الدین کا کاخیل
I
مقام اشا - جامع مسجد بھیرہ (پاکستان)

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، شنائی برقی
پریس گروہا چیکر بھیرہ (پاکستان) سے شائع ہوا۔

- (۱) بزم انصاف ادا سہ
- (۲) تعلیم اسلامی مولانا محمد زاہد صاحب
- (۳) مشن سرات ادا سہ
- (۴) تقریر سیر مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی
- (۵) مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ ادا سہ
- (۶) لطائف المشاہیر "
- (۷) اُسوۃ رسول کی پیروی "
- (۸) عورتوں کو بھی مردوں کے برابر حقوق دینیے { مولانا کشف الجہلی
- (۹) اسلام میں مرد و عورت کے حقوق مولانا سید سیاح الدین کاخیل

بزم انصاری

کوئی ہے جو اللہ کے دین کی مدد کرے

حزب انصار

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

دارالعلوم کے طلباء کیلئے کئی ہزار روپیہ کے صرفے دارالافتاء دارالعلوم کے موجودہ حالت - دارالعلوم کے جمیع شعبوں اور دعوں میں ایک ہندو قریب طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ چار قابل فاضل میں سے ایک دے رہے ہیں۔ جریدہ شمس الاسلام کے مینیجر ایک محروم و قراور ایک لنگری اور تین مبلغین کے مصارف بھی حزب الانصار کے ذمہ ہیں۔

(۷) ماہانہ مصارف - حزب الانصار کے ماہانہ مصارف اور سٹا پانچ سو روپیہ کے قریب ہوتے ہیں۔ کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہیں۔ کوئی وقف نہیں۔ محض خلع کے بھروسہ اور توکل پر سب کام جاری ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! کیا آپ کا..... فرض ہے کہ اسلامی پودے کی آبیاری کریں۔ اپنی آمد کا ایک حصہ دینی خدمت کے لئے وقف کر کے آپ دارین میں سرفہ حاصل کر سکتے ہیں۔ شمس الاسلام کے خریدار بن کر حزب الانصار کا تبلیغی دائرہ وسیع کر سکتے ہیں۔ آپ کی ذکوۃ اور صدقات مفلس و نادار یتیم بچے عالم و فاضل اور مبلغ بن سکتے ہیں۔ الانصار کی موجودہ حاجتوں کو مستور اختیار کر چکی ہے۔ یہی لانا کیلئے ہاتھ بڑھائیے ورنہ یہ ہم نے مانا کہ تغافل کر کے لیکن یہ خاک بھائیوں کے ہم تکمیل فرماتے

(۱) آغاز کار - جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۹ء نہایت بے سروسامانی کے عالم میں مقام جامع مسجد بھیرہ میں مقدس جلالت کا قیام عمل میں آیا۔

(۲) تبلیغی کارنامہ - بیس سال کے عرصہ میں مبلغین کا کارکنوں لاکھوں انسانوں کو پیام حق سے روشناس کیا۔ تقریباً ساٹھ ہزار کی تعداد میں تبلیغی لکچر مفت تقسیم کیا گیا۔ بیس عظیم الشان تبلیغی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ دیہاتی مرکزوں میں حزب الانصار کے زیر اہتمام کم از کم آٹھ سو جلے منعقد ہوئے۔ مخالفین کیساتھ سترہ کاھیلہ مناظر ہوئے۔ ہزار ہا مذہبین نے راہ حق قبول کیا۔ اور کئی سوا شخص خاص دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حزب الانصار کے مبلغین نے اس عرصہ میں ہزار ہا میل تبلیغی سفر کیا۔ ماہنامہ شمس الاسلام کی شاندار اسلامی خدمات اظہار میں شمس ہیں۔

(۳) تعلیم الاسلام - دارالعلوم غزنیہ اپنی شاخوں کیساتھ قائم کیا گیا۔ صد ہا طالبان علوم دینی اس چشمہ سوا تک فیضیاب ہو چکے ہیں۔

(۴) یتیم خانہ - یتیم و نادار اور مفلس بچوں کی ہر قسم کی تربیت کا انتظام کیا گیا۔

(۵) مرمت و تعمیر - جامع مسجد بھیرہ کی عمارت جو ۱۲۹۶ء کے سیلابات سے مخدوش ہو چکی تھی۔ اسکی مرمت پر سرپرستی مولانا غلام صاحب مجاہد میر حزب الانصار و مولوی مسجد مذکور ہزار ہا روپیہ صرف ہوا

عاجز افتخار احمد بگوی کان اللہ امیر حزب الانصار

تعلیمات اسلامی

(مولانا محمد زاہد صاحب العینی)

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اسلام کا پہلا رکن یہ ہے

گوہری دیتا ہوں میں اس بات کی کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور
گوہری دیتا ہوں میں اس بات کی کہ حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے بند اور اس کے رسول
ہیں۔ اس کلمہ کو کلمہ شہادت بھی کہتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان پر یہی شہادت دینی
ضروری ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ لا شریک لہ۔ اور حضرت محمد اس کے رسول ہیں چونکہ
گوہری ہمیشہ ایسی بات کی دیجانی ہے جسکے پورے پورے حال معلوم ہوں۔ ورنہ شہادت
نہیں دی جاسکتی۔ اسلئے اس کلمے کے متعلق کم از کم ضروری امور کا جاننا لازمی ہے۔

اسکی دو اجزاء ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ تعالیٰ کے نام دوسری زبانوں میں اور بھی ہیں مثلاً انگریزی میں گاڈ
ہندی میں رام، فارسی میں یزدان۔ پروردگار وغیرہ ناموں یاد کرتے ہیں۔
اسلام نے اللہ تعالیٰ کے اور بھی نام بتلائے۔ مگر سب سے زیادہ مشہور اور خاص

نام اللہ ہی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے جو اسماء گرامیہ
بتائے ہیں ان سے تپتے چلتا ہو کر دراصل تمام جہان کو پیدا کر دیا اور تمام مخلوق کو پیدا
کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھئے کہ وہ ایک ہے۔ وہی عبادت
لائی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اسکی تمام جہان کو پیدا کیا۔ اور وہی تمام جہان کا
مالک ہے۔ تمام مخلوق کی زندگی اور موت اسکی حکم کی موتی ہے۔ وہی تمام مخلوق کو
روزی دیتا ہے۔ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ تھکتا ہے۔ خود بخود ہمیشہ عروج
اور ہمیشہ رہیگا۔ نہ اسکا باپ ہے نہ ماں، نہ اولاد نہ دشمنہ دار۔ اسکی محتاج ہیں

وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ مخلوق کی طرح ہاتھ پاؤں اور
شکل و صورت کے پاک ہے جو وقت جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے ارادے
کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس نے ہر زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کیلئے م

اسلام کیلئے ؟

ترجمہ اطاعت، فرمانبرداری، صلح

پسندی ہے۔ اور تفصیل اسکی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے
احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اسلام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
کے وہ بہتر اور نیک بندے جن کو رسولؐ پیغمبرؐ بنی کے
ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہر زمانہ میں اسی لئے تشریف

لائے۔ کہ لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے قانون، احکام اور
ارشادات بتائیں اور سکھائیں۔ تاکہ لوگ ان پر عمل کر کے
امن اور سلامتی کی زندگی بسر کریں۔ اور قیامت میں بھی اللہ

تعالیٰ کی طرف سے عزت اور انعام حاصل کریں۔ سب آخری
اور بڑے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ارکان جو بتائے وہ
یہ ہیں۔ ۱) شہادت دینی اس بات کی کہ اللہ کے سوا اور کوئی

عبادت کے لائق نہیں۔ اور شہادت دینی اس بات کی کہ حضرت
محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳)
زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ (۴) رمضان کے روزے رکھنا۔ (۵) حج کرنا۔

اب اسلام کا معنی یہی ہوگا جو خدا کے آخری رسولؐ نے فرمایا۔ اسی اسلام
کو خداوند تعالیٰ نے کامل دین فرمایا ہے۔ اور اسی کو دنیا کیلئے پسند فرمایا
ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَمْتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ
نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ ۳) آج میں پورا ہے

چکا تمکو دین تمہارا، اور پورا کیا تمہارے دین میں احسان اپنا اور پسند کیا میں تمہارے
واسطے دین مسلمان۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یَّقْبَلَ مِنْہُ
وَهُوَ فِی الْاٰخِرِ مِنَ الْخَسِرِیْنَ۔ (آل عمران ۸۵)۔ اور جو کوئی چاہے

سوا اسلام کے اور دین۔ سوائے ہرگز قبول ہوگا۔ اور وہ آخرت میں غلام ہے۔

۱) سب آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا لایا ہوا دین آخری اور کامل قانون ہے۔

شذرات

(اداس)

قرارداد مقاصد بعد | یوں تو تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد ہی اس سے پہلے کی سیاسی گروہ بندیاں اور سیاسی افکار و خیالات کے تفاوت کے لحاظ سے باشندگان ملک کی تقسیم ختم ہو گئی تھی۔ اور اہل ملک کے دماغ نے طرز و انداز پر سوچنے لگے تھے۔ لیکن ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاک دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کی منظوری اور آئینی طور سے آئینی زبان میں اس ملک کو ”اسلامی حکومت“ قرار دینے کے بعد اس سے پہلے کی ساری حیثیتیں ختم ہو گئیں۔ اور پورے استقراد و نتیجے کے بعد اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اب مملکت پاکستان میں صرف چار قسم کے لوگ موجود ہیں۔

(۱) پہلا گروہ ان دیندار اور اسلام کے اصول و ضوابط اور احکام و قوانین کو سچے دل سے ماننے والوں کا ہے۔ جو پہلے ہی سے اُن حقیقتوں کو درست سمجھتے اور اس پر ایمان رکھتے تھے۔ جن کا ذکر قرارداد مقاصد میں کیا گیا ہے۔ اور یہ قرارداد مقاصد دراصل اُن کے دلوں کی آواز ہے۔ اُنہی کے مطالبوں و جدوجہد اور سر توڑ کوششوں سے منظور کی گئی ہے۔ اور اُنہوں نے قیام پاکستان سے قبل انہی مقاصد کو اپنا نصب العین اور مقصد سمجھا۔ ان لوگوں نے قرارداد مقاصد کی منظوری کو اپنی آرزوؤں کی تکمیل سمجھا۔ دل و جان سے اس پر خوش ہوئے۔ ارکان اسمبلی کو اس مبارک اقدام پر مبارکباد دی۔ اور اسے

روشنی کا ایک مینار یقین کیا۔ اِن نظریات و خیالات کے لوگ پاکستان کے طویل و عرض میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ خواہ وہ موجودہ متعارف جماعتوں اور سیاسی و غیر سیاسی انجمنوں میں سے کسی جماعت و انجمن میں بھی شامل نہ ہوں۔ لیکن درحقیقت ان بنیادی افکار و نظریات کے اتحاد کی وجہ سے وہ سب ایک گروہ شمار ہوتے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ مختلف جماعتوں سے نکل نکل ایک ایسی جماعت میں شامل ہو کر منظم ہو جائیں جو نصب العین اور طریقہ کار کے لحاظ سے قرارداد مقاصد کے مطابق ہو۔ اور اسلامی اصول و اجتماعیت ہی کی بنا پر جس کی تشکیل و تنظیم ہوئی ہو۔ اِن گروہ میں وہ تمام صالح و نیک سیرت افراد شامل ہیں۔ جو اسلام کا علم بھی رکھتے ہیں اور انہوں نے اب تک ہر اختیاری معاملہ میں اسلامی احکام کی پابندی عمل بھی کی ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کا ہے۔ جو چونکہ پہلے سے ان بنیادی باتوں پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے اب بھی جہاں تک ایمان و اقیان کا تعلق ہے وہ اُن حقائق پر دل سے یقین نہیں کرتے جن کا ذکر قرارداد مقاصد میں کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ پاک دستور ساز اسمبلی کی اکثریت نے اس کی منظوری کی رائے دے دی ہے۔ اس لئے موجودہ زمانہ کے جمہوری اصول کی بنا پر وہ بھی مجبور ہوئے کہ آئینی طور سے اسکو تسلیم کریں۔

چنانچہ انہوں نے بھی قرارداد مقاصد کو اس آئینی دفعہ کے ماتحت منظور کر دیا ہے۔ یعنی اس قرارداد مقاصد کو عملاً بروئے کار لانے اور اس کے مطابق نظام حکومت چلانے کے لئے ان کے قلوب میں کوئی محرک جذبہ موجود نہیں ہے۔ البتہ اگر دوسرے لوگ اس قرارداد کی عملی تشکیل اور اس کے مطابق ملک و ملت کی تنظیم کرنے والے ہوں تو وہ کوئی آئینی رکاوٹ بھی نہیں ڈال سکتے۔

(۳) تیسرا گروہ ان ”تقیہ باز اور منافق صفت“ لوگوں کا ہے۔ جو مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے۔ مسلمان باؤل کی آغوش میں جن کی تربیت ہوئی۔ اسلام کے نام سے وہ سوسائٹی میں اسلامی حقوق بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس ملک میں رہتے ہیں۔ مسلمان ووٹروں کی فرست میں ان کا نام درج ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ حقیقت اسلام سے کٹ چکے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دل و دماغ کو مارکس ولینن کے نظریات اور لحدائہ افکار و خیالات کا بُت خانہ بنایا ہے۔ وہ پاکستان میں رہتے ہوئے اور یہاں کا کھاتے ہوئے روس کا گُن گاتے رہتے ہیں۔ اور قرارداد مقاصد جن مقاصد و مضامین پر مشتمل ہے وہ ان پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ اسلامی نظام زندگی، اسلامی نظام حکومت، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن و حدیث کے ماخذ قانون ہونے کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ وہ دین و اشتراکیت پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کی تمام جدوجہد صرف اسی غرض کے لئے ہے کہ یہاں بھی وہ نظام حکومت قائم ہو جو روس میں ہے۔ اور یہاں کا قبلہ بھی کعبہ کی بجائے ماسکو ہو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی رہنمائی و پیشوائی کی بجائے مارکس ولینن اور سٹالین و مولوٹوف کی امامت و قیادت کو قبول کیا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان بننے ہی اپنے ان مقاصد سیئہ کے لئے کوششیں شروع کیں۔ بھیس بدل سیاسی جماعتوں میں غلط ریشہ دوانیوں کے لئے داخل ہوئے۔ ادب اور آرٹ کے نام پر ترقی پسند ادیب اور مصنف بن کر ان افکار و خیالات کو پھیلاتا چاہا۔ اور اپنی تمام تر توجہات اس طرف صرف کر دیں۔ کہ پاکستان کو روس کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار کیا جائے۔ اور دین اشتراکیت کے سوا کوئی اور ”دین“ یہاں کا نظام اجتماعی و نظام حکومت نہ بن سکے۔ اور اسلام کو منزل مقصود قرار نہ دیا جائے۔ انہوں نے قرارداد مقاصد پیش ہونے کے بعد مختلف عنوانات سے اس کی مخالفت کی اور جب انکو ہمیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اور اکثریت کی خواہشوں اور ایمانی تقاضوں کی بنا پر وہ منزل مقصود آئینی طور سے متعین کر دی گئی۔ جس کے حصول کے لئے قیام پاکستان کا یہ تمام ہنگامہ خوں قبول کیا گیا تھا۔ تو اب انہوں نے اس قرارداد مقاصد کو غیر آئینی قرار دینے اور اس کے الفاظ و عبارات کو بے معنی ثابت کرنے کا غلط معافی پنانے کی منظم کوششیں شروع کی ہیں۔ یہ لوگ پاکستان میں رہ کر ہر ممکن کوشش سے اس قرارداد مقاصد کو بے اثر بنانے کی ہم میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قرارداد مقاصد اپنے اصلی معنوں میں ناکامیاب ہو اور اس کے مطابق نظام کو ہرگز عملاً چلنے نہ دیا جائے۔ اور ساتھ ہی امیر و غریب کا سوال غلط رنگ میں پیدا کر کے روسی نظام کو غریبوں کی تکالیف کا آخری علاج بتاتے ہیں۔ تاکہ روس کی اس قصیدہ خوانی سے پریشان حال و مصیبت زدہ عوام کے قلوب اس کی طرف مائل ہوں۔

اور اس کفر والحاد کے لئے یہاں کی فضا سرتا سرتا سازگار بنا دیجاتے۔ اس نظریے کے لوگ بعض تو وہ ہیں جو باقاعدہ طور سے کیونسٹ پارٹی میں شامل ہیں۔ اور وہ بالکل کھلے طور پر روس اور روسی نظام کی مدح سرائی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور بلا جھجک وہ اسلام اور اسلامی نظام پر تنقید کرتے رہتے ہیں۔ اور روس کے ان کھلے ایجنٹوں کے علاوہ بہت سے ایسے بھی ہیں جو بالکل انہی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے بعض دوسرے عنوانوں سے روس کے پردہ پگند کی ایجنسیاں قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہ ترقی پسند ادیب اور مصنف، ڈرامہ نویس و فن کار، سب ”سرخ سویرا“ کے انتظار میں ہیں۔ اور ”سرخ پرچم“ کے اڑانوں کے سایہ میں ”سرخ خونیں کہیں“ کھیلنے کے لئے فضا کو ہموار کرتے اور میدان حرب و ضرب تیار کر رہے ہیں۔

(۴۷) چوتھا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کو براہ راست نہ اسلام سے تعلق ہے نہ کسی اور نظام سے۔ ان کو تو صرف اپنی عیش پرستیوں، حالانکہ اقتدار و اختیار اور تاج پوشی و اورنگ نشینی سے غرض ہے۔ اور چونکہ قرارداد مقاصد کے مطابق صحیح طور سے عملاً جاری ہو سکے والا نظام حکومت ان کے اس منشا کو پورا نہیں کر سکتا ہے اس لئے وہ قرارداد مقاصد کے بعد بھی چاہتے ہیں کہ صرف اس زبانی اقرار پر اکتفا کیا جائے اور موجودہ نظام کو عملاً بالکل نہ بدلا جائے۔ ان لوگوں کی ذہنی اور ماضی تربیت انگریزی حکومت کے دور میں انگریزوں کی شاگردی میں ہوئی ہے۔ اس لئے وہ دل و جان سے اس فرنگی نظام کے عاشق ہیں جس میں ان کو اپنی عیاشیوں، اور باتوں کو بھی دن کے کا پورا پورا موقع مل رہا ہے۔ وہ اس نظام سرمایہ داری، اور برطانیہ کی اس ورثہ سے استعدا مانوس ہو چکے ہیں کہ وہ اس کے سوا کسی دوسرے

نظام میں اپنے لئے کوئی گنجائش نہیں دیکھتے۔ اس لئے بحالات موجودہ اختیاری طور سے روسی نظام کو بھی لانا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر اسلام اگر ان کے رنگین مشغلوں اور شراب و کباب میں مانع بن رہا ہو تو وہ اسلام کو بھی خوش آمدید کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ الغرض وہ یہی چاہتے تھے اور اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ جن کرسیوں پر پہلے گوری جیڑی والے انگریز بیٹھ کر احکام نافذ کرتے اور حکومت و اقتدار کے مزے لٹتے تھے۔ اب ان پر ہم براجمان ہو کر اپنے یا مخصوص طبقہ کے مفاد کا لحاظ رکھ کر قوانین حکومت بنائیں گے جاری کریں گے اور مسلمانان پاکستان ہم کو خلیفہ المسلمین اور امیر ملت کا درجہ دیکر بلاچوں و چراغوں پر عمل کیا کریں۔ اور قوم کے لئے یہی آزادی کافی ہے کہ عیاشی و لطف اندوزی کے جن مغربی راستوں پر ہم خود جا رہے ہیں ان کو بھی راستوں پر چلنے سے روکنے نہیں۔ بلکہ چلے چلنے کے مواقع مہیا کیا کریں گے۔ یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو فی الحال برسر اقتدار ہیں۔ اور وہ سرمایہ دار، بڑے بڑے زمیندار و جاگیر دار ہیں جو برسر اقتدار طبقہ سے وابستہ ہیں۔ اور موجودہ نظام ہی میں رہ کر ان کی پانچوں گھسی میں اور سرکڑا ہی میں ہے۔

اس تجربہ و تحلیل کے بعد قارئین کرام خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ عدل و انصاف کا تقاضا کیا ہے۔ اور اس پاکستان کا وفا دار و خدا رکون ہے جس کی منزل مقصود قرارداد مقاصد کے ذریعہ بالکل متعین کی گئی ہے۔ اور وہ کون سا گروہ ہے جس کو اب یہ حق پہنچتا ہے کہ پاکستان کے زمام اقتدار کو سنبھال کر ملک داخل ملک کو اس راستہ پر چلانا شروع کر دے جس پر چلنا اب فرض ہو گیا ہے۔ ہر وہ شخص جو عدل و انصاف کا خون نہ کرنا چاہتا ہو جو کچھ روسی و کچھ نظری کو خلاف انسانیت و شرافت سمجھتا ہو یقیناً یہی فیصلہ دے گا۔ کہ ان چاروں گروہوں میں سے پاکستان کا حقیقی و فادار وہ پہلا گروہ ہے۔ اور صرف اس کو یہ حق حاصل ہے۔

کہ وہ آگے بڑھ کر قرارداد مقاصد کے مطابق نظام حکومت کی تشکیل کا کام شروع کر دے۔ قلبی جذبہ محرکہ کے فقدان کی وجہ سے دوسرے گروہ کے لوگوں سے یقیناً یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ بنیادی طور سے ان کاموں میں حصے سکیں جو اس قرارداد مقاصد میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر اصولی حکومت کی طرح اسلامی حکومت میں بھی کلیدی محکمے اور پالیسی متعین کرنے والے اور قانون مرتب کرنے والے ادارے اس گروہ کے افراد کو حوالہ نہیں کئے جاسکتے۔ البتہ صرف انتظامی امور میں اس قسم کے ماہر و مخلص کارکنوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اس میں بھی مناسب پیش بندیوں اور مصلحت کا لحاظ رکھا جائیگا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ دوسری قوموں سے مزید کی بنا پر غلط مظاہرہ و اداری و وسیع نظری کی وجہ سے ہم اپنی حکومت کی بنیادوں کو تباہ و برباد کر جائیں۔

ماسکو کو سخت القبلہ بنانے والے تیسرے گروہ کو تو کسی طرح اب برداشت ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس قرارداد کے بعد کوئی اور نظام سوچنا یا اس کے لئے جتن و کھننا یقیناً غدار کی ہے۔ اور دستور حکومت کو تسلیم نہ کرنے والوں کو شرعاً اور عرفاً کسی طرح شہری حقوق نہیں دیئے جاسکتے۔ اس لئے ہر اس کوشش کو ختم کرنا ضروری ہے جو قرارداد مقاصد کے خلاف ہو۔ اور جس کے نتیجے میں کسی اور نظام کے لئے زمین ہوا رہتی اور ذہن تیار کئے جاتے ہوں۔ اور جبکہ خود روس کے اندر کمیونزم کے سوا کسی دوسرے نظام اجتماعی کو اور اس کے داعی اور لٹریچر کو ایک منٹ کے لئے گوارا نہیں کیا جاتا۔ اور اس کو بلیا میٹ اور ملک بد کیا جاتا ہے۔ تو پھر پاکستان میں بھی نظام اسلامی کے علاوہ کسی بھی دوسرے نظام کے داعیوں اور لٹریچر کی گنجائش نہ رکھنی چاہئے۔ اور فوراً ہی ان زہریلے جراثیم کو جو ملک میں کفر والحاد کی ملک بیاری پھیلا رہے ہیں گندے انڈوں کی طرح باہر پھینکنا چاہئے۔

بعینہ اسی طرح چوتھے گروہ کو بھی اب کوئی حق نہیں کہ وہ بہ دستور سابق اپنے اقتدار کو سنبھالے ہوئے رہیں۔ یا تو وہ خود اپنے اندر ہی منزل مقصود تک الگ کو بحسن و خوبی لے جاسکتے کی صلاحیت پیدا کریں۔ اور اس سمت حکومت کی ہر گاڑی لیجانے کے لئے ڈرائیور کو جن جن صلاحیتوں اور قابلیتوں کی ضرورت ہے وہ پیدا کر کے اپنی اہلیت کا عملی ثبوت دیں۔ ورنہ اگر یہ جگہ ان لوگوں کے لئے خالی کر دیں جو اس منزل مقصود کی راہ و رسم سے واقف ہیں۔ اور ان لاشوں پر گاڑی چلا سکنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی نظام حکومت کی گاڑی کو اس نظام کی منزل مقصود تک لے جانے کی ان حضرات میں اہلیت تھی۔ اور انہوں نے انگریز کے منشا کے مطابق بہت خوبی کیساتھ اس گاڑی کو چلایا ہے۔ اور انگریز نے جلتے وقت ان پرانے تجربہ کار و نمک حلال ڈرائیوروں کے ہاتھ میں ان کی مخصوص صلاحیتوں اور ان کی مخلصانہ خدمات قدیمہ کی بنا پر یہ گاڑی حوالہ کر دی تھی۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ عام مسافروں کے مطالبوں کی بنا پر سمت سفر اور متعین ہو گیا ہے۔ اب اس گاڑی کو کسی اور لائن پر دوسری منزل مقصود کی طرف لے کر چلنا ہے۔ اور ہماری طرح وہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ اس منزل مقصود تک جانے کا انہیں کچھ پتہ نہیں۔ وہ نشانات راہ تکے ناواقف ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کیسے جائیں اور کس طرح سے جائیں۔ اس لئے اگر فضول ہٹ دھرمی اور بے جا فائدہ کو چھوڑ کر انصاف کا فیصلہ کرنا چاہتے ہوں تو وہ خود اپنی عاجزی و بے بسی کا اعتراف کر کے نیچے اتر آئیں گے۔ اور انجن کسی مردامہ دان کو حوالہ کر کے خود گاڑی کے ڈبوں میں آ بیٹھیں گے۔ اور اگر صرف اس بنا پر انہوں نے ڈرائیونگ نہیں چھوڑی کہ حساب! میں پرانا ڈرائیور ہوں۔ میں نے بار بار گاڑی چلائی ہے اور خوب چلائی ہے۔ انگریزی دور میں کتنے سال میں اس کی عملی مشق کر چکا

ہوں۔ اس لئے اب اپنی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔ تو یہ یقیناً ایک ایسی غلطی ہے کہ یا تو گاڑی منزل مقصود تک ہی نہیں پہنچے گی اور یا راستہ ہی میں تباہ و برباد ہو جائیگی۔ بس یہی صورت حال اب پاکستان کی ہے۔ اگر برسرِ اقتدار طبقہ غرور و پندار سے ضد پرائز آئے اور صالح قیادت کو قبول نہ کرے۔ اور فرنگی نظام کے ماہروں ہی کے ذریعہ قرارداد مقاصد والے پاکستان کے نظام کو چلانا چاہیں تو اس طریقہ سے قرارداد مقاصد کے نقشے بھی پورے نہیں ہو سکتے۔ اور اقرار کرنے کے باوجود حتمی طور سے پاکستان اسلامی حکومت نہیں بن سکے گی۔

اسلامی ماحول کیلئے تبلیغی جذبہ کی ضرورت

ہم نے اس حقیقت کو بار بار واشگاف کر کے بیان کیا ہے اور اب پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ اسلامی ماحول پیدا کرنے اور نظام اسلامی کے اجراء و نفاذ کیلئے فضا ساز کار کرنے کے لئے حکومت اور عوام دونوں کی ذمہ داری یکساں ہے۔ اگر عام مسلمان اس اہم کام کی ساری ذمہ داری صرف حکومت اور ارکان حکومت پر ہی ڈال کر خود بالکل کچھ بھی جدوجہد نہ کریں تب بھی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور خود حکومت کو قدم قدم پر مشکلات پیش ہو رہی۔ اور اصلاح کا کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا کیونکہ مجرد قانون کے ذریعہ سے دلوں کو نہیں بدلایا جاسکتا۔ اور قلبی تقویٰ و طہارت کا وہ نقشہ جمایا نہیں جاسکتا۔ جو کہ اسلام میں اصل مطلوب و مقصود ہے۔ اور اگر حکومت اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کو بالکل فراموش کر کے اصلاح اعمال و اخلاق اور تہذیب و تزکیہ افراد و قوم کے کام کو ترک کر دے اور یہ عذر کر کے غلط روش کو صحیح ثابت کرنا چاہے کہ ہم نے عوام کو کب اچھے کاموں سے روکا ہو۔

یا برائی کی ترغیب دی ہے۔ لوگ خود برائی میں مبتلا ہوتے اور اچھاٹی سے گریزاں رہتے ہیں۔ اس لئے کہ اسلام میں ممکن فی الارض ہے ہی صرف اس لئے کہ قوت حاکمانہ اپنے اقتدار و اختیار اور تنقیدی قوتوں سے کام لیکر بدنی اور مالی عبادات کا نظام قائم کرے اور ہر ممکن سعی و جدوجہد سے عوام کو اس نظام پر کار بند کرے عابدین و صالحین کی جماعت بنائے۔ اور تمام بدعادتوں کا حکم دیا کرے اور تمام برائیوں، منکرات و فواحش سے لوگوں کو حکماً روک دے۔ یعنی اسلامی حکومت صرف تماشائی کی حیثیت سے نہیں رہتی۔ بلکہ وہ ہر فرد اور بحیثیت مجموعی ساری قوم کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی اصلاح و تزکیہ کی ذمہ دار ہے۔ اور اس بنیاد پر جس طرح ہم یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ حکومت کے ارباب اختیار کو اپنی بساط کے مطابق اپنی کمزور اور پہنچانے اور ذمہ داری محسوس کرانے کی کوشش کریں اور کر رہے ہیں۔ اسی طرح اپنے عام مسلمان بھائیوں کو بھی ان کی ذمہ داریاں بار بار یاد دلاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر دو پیش پر نظر ڈالنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے موقف اور مرتبہ سے بہت ہی دور ہٹ گئے ہیں۔ اور عقائد و خیالات، اعمال و اخلاق، عادات و اطوار کے لحاظ سے مسلمانوں کا جو نقشہ قرآن و حدیث اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و ائمہ کرام کی بنا پر کھینچا جاسکتا ہے۔ وہ کہیں بھی نظر نہیں آتا ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ کروڑوں کی تعداد میں بیسی ہوئی قوم میں کچھ منتشر افراد ایسے ضرور مل جاسا کرتے ہیں جنکو کچھ کچھ اس نقشہ کی جھلک سامنے آجاتی ہے اور یاد آتا ہے جو جاتی ہے۔ لیکن بحیثیت جماعت ہماری اجتماعی زندگی میں کہیں بھی وہ چیز نظر نہیں آ رہی ہے۔

اب ان ناخوشگوار اور پریشان کن حالات کو دیکھ کر ایک تو یہ تصور ہو سکتی ہے کہ ہم بالکل مایوس ہو کر اور اصلاح حال سے قطعی ناامید ہو کر ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جائیں۔ کہ بس اب ہماری قوم سنبھلنے کی نہیں۔ ہم اپنے اوپر ثواب و غور کو کیوں حرام کر کے مفت کی پریشانی مول لیں۔ اور اپنی اقتصاد اور معاشی حالت خراب کر کے فاقوں کی زندگی گزاریں۔ نہ اب اسلام کا اجتماع نظام قائم ہو سکتا ہے اور نہ اس کے قیام کے لئے فضا کو سازگار بنایا جا سکتا ہے۔ گاڑی جس طرح چل رہی ہے بس اسی کو چلنے دو۔ لہٰذا تَوَلَّوْا رُفُوقَ صَدَارِ اللَّهِ مَخْلِبًا لَّكُمْ دَارَ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَ هُمْ كَاظِمُونَ۔ اگر دیکھا جائے تو مسلمان قوم میں سے اب اکثریت کی ذہنیت یہ ہے۔ اور جس کے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ بعض دینداروں اور اہل علم سے بھی ایسی باتیں کہی کہیں سننے میں آتی ہیں اور خدا شاہد ہے کہ اسکو سنکر دل کو شدید صدمہ ہو جاتا ہے کہ جب خضر ہی رہنمائی سے دستکش ہو جائے تو پھر اور کون اگر رہنمائی کریگا اور پھر شیطان کے لئے تفصیل کا میدان کیوں کھلا نہ رہیگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تاریکی کے اس دور میں اسلام کا چراغ روشن کیا جائے اور جس قدر اندھیرے بڑھے ہوئے ہیں اس کا تقاضا چونکہ یہ ہے کہ روشنی بھی تیز کر دی جائے اس لئے تبلیغ و اشاعت دین کا کام نہایت جانفشانی اور پوری تن دہی کے ساتھ شروع کر دیا جائے۔ اور محصل کی گراں باری کی بوقت حدیٰ خوانی کو ترک کرنے کی بجائے تیز تر حدیٰ اختیار کر لینی ضرورت ہے۔ بیشک حالات ناسازگار ہیں۔ فسق و فجور کا غلبہ واستیلا ہے۔ عام طور سے دل و دماغ پر مغرب کے نظریات و معقنات کا قبضہ ہے۔ لیکن امراض کی یہ شدت تقاضا تو یہ کرتی ہے کہ اس مرض کی تیمار داری اور معالجہ میں کوششیں بھی خوب کی جائیں۔ دین سے عام بے توجہی اور غفلت کے اس دور میں بھی ایسے حضرات ملتے ہیں جو ہمہ تن دین کے فروغ اور احلا و کلمۃ اللہ کی فکر میں شب و روز لگے

رہتے ہیں۔ اور اگر یہ بہت تھوڑی تعداد میں بھی پھر بھی قوم میں ایسے افراد کا دھڑ مستقبل روشن ہونے کی امید دلاتا ہے۔ اس لئے فطری نظریہ کی جھلکے رجائی نظریہ رکھ کر مصروف عمل ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں مناسب تدابیر اور پورے اخلاص کے ساتھ جو جدوجہد کی جائیگی۔ اول تو امید ہے کہ ظاہری نتائج کے اعتبار سے بھی کامیابی حاصل ہوگی۔ لیکن اگر ظاہری کامیابی نظر نہ بھی آئی۔ تو اسلام کے نقطہ نگاہ سے ایک صحیح نصب العین کے لئے حدود شریعت کے اندر درست طریقہ کار اختیار کر کے جدوجہد کرنا اور یہی نظریہ کے ساتھ زندگی گزارنا یہ خود ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی شخص کے لئے اور کامیابی و ہمارا دی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے فرائض زندگی کو بچائے اور اپنی ساری خدا داد قوتیں اس ذمہ داری کو سرانجام دینے میں خرچ کرے۔ قَالُوا مَعْنَى سَأَلَ إِلَىٰ سِرِّهِمْ وَعَلَّمَهُمْ خِيَارَ رُفُوقَ۔

پس مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے موجودہ حالات میں اس دوسری صورت کو پسند فرما کر تبلیغ و اشاعت دین کا کام شروع کیا ہے۔ اول اپنے آرام و راحت، مال و وقت کو قربان کر کے اس راہ میں مصروف ہوا ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں انفرادی طور سے بہت سے مخلص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اس بنیادی ضرورت کو کسی نہ کسی چیلانہ پر پورا کر رہے ہیں۔ مگر اسلام میں ہر کام کو نظم جماعت کے ساتھ کرنے اور امیر کی ماتحتی و مخلص ضوابط و قوانین کے مطابق سرانجام دینے کی جوتائید ہے اسکی بنا پر ضروری ہے کہ اس جدوجہد کو جماعتی طور سے اختیار کیا جائے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک تبلیغ و اشاعت دین ایک منظم اجتماعی تحریک ہے۔ اور تجربہ کے بعد کافی مفید ثابت ہو چکی ہے۔ وہ موجودہ دور کی مخصوص سیاسی آئینہ نشوں سے بھی پاک ہے۔ اور حکومت اس کو اپنی حریف بھی نہیں سمجھ سکتی۔ نہایت خاموشی سے اور دیر کے

پرسکون روانی کے ساتھ وہ عام ناخواندہ اور دین سے غافل و بے پرواہ مسلمانوں کو دین کی راہ پر لگانے اور خدا و رسول کے ساتھ صحیح تعلق قائم کرنے کی کوششیں ہر علاقہ میں تبلیغی جماعتوں کے ذریعہ ہو رہی ہیں۔ پس تمام دردمند اور دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے حضرات جو عوام میں تبلیغ اسلام کا کام اور اس کے ساتھ اپنی اصلاح نفس اور علم و عمل کی تکمیل چاہتے ہوں اس نظام میں شامل ہوں۔ اور ان اصول و ضوابط کے ماتحت ہمہ تن جدوجہد شروع کریں تو بہت سے فیوض و برکات اور کامیابیوں کی توقع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی خدمت کا صحیح جذبہ عطا و فرمائے۔

مجلس احرار کا مستحسن فیصلہ

کی بنا پر مجلس احرار نے سیاسیات میں حصہ لینے سے دست کشی کی۔ اور صرف تبلیغی کام کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور واقعہ میں اس کی سخت ضرورت تھی۔ کہ مجلس احرار کے مخلص وہبادر کارکن اور آتش بیان واعضا اُس فتنہ عظیمہ کے استیصال کے لئے پھر بالکل متوجہ ہوں۔ جو انہی حضرات کی سرکوبی کر دینے سے کچھ عرصہ قبل نیم جان ہو کر ختم ہو رہی رہا تھا۔ مگر قیام پاکستان کے بعد پھر تروتازہ ہو کر فتنہ سامانیوں اور مفسدہ پردازوں کے لئے میدان میں نکل آیا ہے۔ یعنی مرزائیت کا وہ فتنہ جس کو انگریز نے اپنے سیاسی مصالح کے لئے کھڑا کیا تھا۔ اور اب لازمی تھا کہ انگریز کے چلے جانے کے ساتھ ہی اس کو بالکل ہی پاکستان سے ملک بدر کر دیا جاتا۔ اور اس خود کاشتہ پودا کو بیخ و بن سے نکال کر پھینک دیا جاتا۔ کیونکہ باغ پاکستان میں انگریز کے کاشتہ وداشتہ کا باقی رکھنا بنیادی غلطی ہے۔ مگر چوہدری ظفر اللہ خان کے عہدہ وزارت خارجہ کے بن بوتے پر اور فوج میں اہم عہدوں پر متمکن ہوتے

اور دن بدن اپنی اکثریت بڑھانے اور ہر کلیدی حکمہ میں مسند
اقتدار پر فائز ہونے کی وجہ سے اب مرزائیوں کی جڑاتیں بہت
بڑھ گئی ہیں۔ اور اب وہ اپنے کفر والی ادکی اشاعت اور مرزائیت
کی خانہ ساز نبوت کی تبلیغ میں بہت بے باک اور نڈر ہو کر
ہر جگہ مصروف کار ہیں۔ اور یہی گروہ ہے جو خفیہ سازشوں
کے ذریعہ نظام اسلامی کے مطالبہ کو بے کار کرنے کی کوشش
میں ہے۔ اور قراردادِ مقاصد کے مطابق صحیح اسلامی نظام حکومت
کی راہ میں یہی لوگ بہت بڑی رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ
میں اپنے اثر و رسوخ کو پورے طور سے استعمال کر رہے ہیں۔
مجلس احرار نے اس فتنہ کی دوبارہ سرکوبی اور عام مسلمانوں
کو ان رہنماؤں دین و ایمان اور درحقیقت خدارانِ پاکستان
کی شرارتوں سے محفوظ و متنبہ رکھنے کا جو فیصلہ فرمایا ہے۔
ہم اُس کو وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت اور دین کی
بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ رہنمایانِ احرار کو کامیابی عطا فرمائے۔ اور عام مسلمانوں
کو یہ ایمانی جذبہ نصیب کرے کہ وہ اس بارے میں مجلس احرار
کی رہنمائی قبول کر کے ان اکابر ملت کا ہاتھ بٹائیں۔ مجلس حزب
الانصار کا نصب العین روزِ اول ہی سے یہ ہے کہ تمام اہل
وگمراہ فرقوں کا استیصال کیا جائے۔ اور مسلمانوں کو ان کی
مضرات سے بچایا جائے۔

.....رسالہ شمس الاسلام کے صفحات
 پہلے کی طرح اب پھر اس قلمی جہاد کے لئے وقف کئے جا
 سکتے ہیں۔ جو حضرات ترمذی مزائیت کے سلسلہ میں ٹھوس
 علمی اور سنجیدہ مضامین برائے اشاعت ارسال فرمائیں گے
 بصدد شکر یہ ان کو شائع کیا جائے گا۔ ❦

منقریر سیرت

(حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی)

اس تفصیل کے ساتھ کتب الہیہ میں تھا کہ ان کتابوں کو دیکھ کر ایسی کامل معرفت آپ کی حاصل ہو جاتی تھی کہ گویا آپ کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس شان کی کچھ حد ہے کہ دنیا میں ایک نبی الہی الخاتم مبعوث کیا گیا جس کے فرائض رسالت میں ایک فریضہ پر قرار دیا گیا کہ وہ دنیا میں اس بات کا اعلان کر دے کہ اب میرے بعد زمانہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ الہی الخاتم نبی کون؟ حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے انکی زبان مبارک سے انکے مقاصد بعثت نقل فرمائے ہیں۔ اسی موقع کی ایک آیت یہ ہے وَ مُبَشِّرًا بِرُسُولِي يُأْتِي مِنَ الْجَبَلِ الْمُنَافِئِ (ترجمہ) میں خوشخبری سنائے گئے تھے آیا ہوں اُس رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جنکا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت دنیا میں عجائب قدرت الہی کا ایسا ظہور ہوا کہ کبھی وہ باتیں اس عالم میں نہیں ہوئیں۔ بے زبان چوپایوں نے انسانی زبان میں آپ کی خوشخبری سنائی۔ درختوں سے آوازیں آئیں۔ بت پرستوں نے بتوں سے آپ کی خوشخبری سنی۔ روئے زمین دوڑے بادشاہوں نے اپنے شاہ فارس اور روم کو بذریعہ خواب کے آپ کی عظمت و عظمت وقت اور آپ کے جلال و جبروت سے آگاہی دی گئی۔ اور یہ بھی انکو بتایا گیا کہ آپ کی سطوت کے سامنے ساری دنیا کی شوکتیں سربل

نبی کریم کا نام نامی محمد اور احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ذکر مبارک اگر تفصیل کے ساتھ کیا جائے تو دفتروں میں نہ سمائے۔ اگر کسی کو حضرت فخر علیہ السلام کے برابر علم اور وہ ساری عمر آپ کا ذکر مبارک کرتا رہے تو بھی ختم نہ ہو۔ اور مرتے وقت اس کو کتنا بڑے کہ

ص نہ حشش غایت دارد نہ سعدی را سخن پایاں

بمیر و تشنه مستقی و دریا بچیاں باقی !

لہذا اپنے دل کی تسلی کے لئے چند کلمات عرض کئے جاتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ معظمہ میں سردار قریش حضرت عبد المطلب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔

آپ کی ولادت سرایا بشارت ربیع الاول کے مہینہ میں دو شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں بابا رھوین تاریخ کو ہوئی۔ انگریزی تاریخ ۳۰ اپریل ۱۱۰۰ھ بیان کی گئی ہے۔ اس وقت ایران میں نوشیروان عادل کی بادشاہت تھی۔

دنیا صدیوں سے آپ کی منتظر تھی۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ انبیائے سابقین علیہم السلام نے اپنے اپنے وقتوں میں آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی تھیں۔ اگلی آسمانی کتابوں میں آپ کی بشارت نازل ہوئی تھی۔ آپ کی شکل شمائل آپ کے عادات و خصائل کا بیان

ہو جائیں گی۔ بادشاہ ایران کے خواب کو فردوسی نے کتاب
شاہنامہ میں جو ملک ایران کی مفرد تاریخ ہے۔ اس طرح نظم
کیا ہے۔

چنان دید روشن روانش بخواب : کہ در شب برآمد یکے آفتاب
چہل پایہ زرد باں از برشش : ہمیرفت براوج کیواں سرش
برآمد بریں زرد باں از جہاز : خراماں خراماں بگشتہ یہ ناز
جہاں قاف تا قاف پر لوز کرد : بہر جا کہ برفتے سور کرد
اس خواب کی تعبیر میں بزرگمہر نے صاف صاف آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی ہے۔ یہ تعبیر بھی
شاہنامہ میں ہے۔ آپ شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد
ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کی عمر شریف چار برس یا چھ
برس کی تھی کہ آپ کی مادر مہرمان حضرت آمنہ کا سایہ بھی
آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ حضرت آمنہ خاتون نے بوقت
رحلت بڑی حسرت سے آپ کی طرف دیکھا اور آپ کی قیمتی
اور صغیر سنی پر بہت تاسف کیا۔ اور چند اشعار اپنے نظم کئے

ہوئے پڑے۔ جو کتب تاریخ میں منقول ہیں۔ اپنے فرزند
دلبد کو برکت کی دعا دی۔ اور آپ کے علوشان کے متعلق
جو بشارتیں انکو ملی تھیں انکو بیان کیا ہے۔ آخر میں یہ بھی
فرمایا کہ میں تو مرجاؤنگی مگر میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا۔ جان
اللہ سبحان اللہ جس ماں کا فرزند سید الانبیاء اور خاتم النبیین
ہو اُس مقدس ماں کا ذکر دنیا میں کیسے باقی نہ رہے گا

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کئی
پڑھنا لکھنا کچھ نہیں سیکھا۔ اور نہ کسی سے کچھ سنا اور کوئی
کمال حاصل کیا۔ حتیٰ کہ شعر و سخن جس کا عرب میں بہت
رواج تھا اسکی مشق بھی آپ نے نہ کی

یقینے لگا کر وہ قرآن درست : کتبائے چند ملت بہشت
آپ کے دودھ پلانے کا شرف حضرت حلیمہ سعیدہ رضی اللہ

عنا کو ملا۔ وہ آپ کو اپنے وطن لے گئیں۔ اور زائیدہ رضاعت
ختم ہونے کے بعد بھی کچھ دنوں آپ کو اپنے پاس رکھا۔ حضرت
حلیمہ نے عجیب و غریب حالات آپ کے مشاہدہ کئے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سنی کے حالات و کمالات
کا ایک بڑا حصہ انہیں سے منقول ہے۔ حق یہ ہے کہ بڑی
خوش نصیب تھیں۔ انکی خوش نصیبی کی انتہا یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے انکو بڑی عمر عطا فرمائی۔ اور وہ آپ کے زمانہ نبوت
تک زندہ رہیں۔ اور آپ ایمان لائیں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے
نمایاں پاکیزہ تھے۔ کبھی مثل اور لڑکوں کے کہیں کو میں
مشتعل نہیں ہوئے۔ بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں
سے ہمیشہ آپ کو نفرت رہی۔ آپ کی صداقت اور امانت قبل
نبوت بھی تمام مکہ میں مشہور اور مسلم اہل تھی۔ حتیٰ کہ آپ کی
لقب صادق اور امین زبان زد خلایق تھا۔

جب آپ عمر شریف پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ
کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ جو خاندان قریش کی ایک بڑی
دائمنہ اور دو تہمند خاتون تھی۔ اور آپ کے اوصاف و
کمالات سنگرا انکو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ نبی موعود کی پیشین
گوئیاں علمائے یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں کیا عجب
کہ وہ آپ ہی ہوں۔ حضرت خدیجہ رحمہ کی عمر بوقت نکاح
چالیس برس کی تھی۔ آپ کی سب اولاد انہیں کے بطن
مبارک سے ہے۔ یہو حضرت ابراہیم کے کہ وہ باریہ قطیفہ
کے بطن سے تھے۔ جب آپ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی
تو دو شنبہ کے دن ۱۲ رمضان المبارک کو اود ایک قول کے
موافق ۲۴ رمضان کو جبکہ ضرور پرویز بادشاہ ایران کے جلوس
کا بیسواں سال تھا وہ دولت عظمیٰ آپ کو عطا ہوئی جو روز ازل سے
آپ کیلئے ماحد ہو چکی تھی یعنی نبوت کا بے ہاتھ آپ کے

فرق اقدس پر رکھا گیا۔ اس کے بعد کامل ۲۳ سال تک آپ نے بڑی شفقت بڑی جان فشانی کے ساتھ فرائض رسالت کو ادا فرمایا۔ بڑی بڑی ایذائیں برداشت کیں۔ اس وقت دنیا میں ہر جگہ عموماً اور عرب میں خصوصاً ابلیس کی حکومت تھی۔ کفر و شرک اور ہر قسم کے مظالم سے سارا عالم تاریک ہو رہا تھا۔ انسانیت کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ عیسائی، یہودی، مشرک، مجوسی سب ایک حالت میں تھے۔ عرب مجسم سب کی ایک کیفیت تھی۔ فواحش و معاصی کو کوئی عیب نہ سمجھتا تھا۔ چوری اور ہزنی کو لوگوں نے پیشہ بنا لیا تھا۔ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دینے کے شوگر ہو گئے تھے۔ اس ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے یکا یک دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور بجائے کفر و شرک کے ایمان کی روشنی سے منور کر دیا۔ حق تعالیٰ نے جس طرح اور بہت سے خصوصی فضائل آپ کو عطا فرمائے اسی طرح بے مثل و بے مثال قوت تاثیر اور سرعت تاثیر بھی آپ کی زبان مبارک میں ودیعت رکھی تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی تعلیم نے خدا پرستوں کی ایک بڑی جماعت تیار کر دی۔ جو اعلیٰ ترین اخلاق اور کامل ترین زہد و تقویٰ میں وہ شان رکھتے تھے کہ تاریخ عالم میں انکا نمونہ ہی نہیں مل سکتا۔ جو وقت آپ دنیا سے تشریف لے گئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار شاگرد اپنے چھوٹے گئے۔ جنہوں نے بعد آپ کے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جہاں بھی انسانوں کی آبادی سنی پہنچ کر دین الہی کی تبلیغ کی۔ سارا کونواں کلمہ توحید کے نعرہ سے گونج اٹھا۔ نبوت کے بعد تیرہ برس آپ کا قیام مکہ معظمہ میں رہا۔ پھر ہجرت کر کے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ دس برس مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ اس دس سال میں انیس لڑائیاں بھی آپ کو کافروں سے لڑنی پڑیں۔

۱۵ دیکھو علامہ محمد طاہر گجراتی کی کتاب مجمع بحار الانوار ۱۲

معجزات و خوارق عادات آپ بے غایت و بے نہایت ہیں۔ انکی کچھ تفصیل اگر کسی کو دیکھنا ہو تو حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر کتاب الکلام المبین فی آیات رحمة اللعالمین دیکھئے۔ جو کہ سلیس اردو زبان میں ہے۔ اور چھپی ہوئی عام طور پر بازاروں میں ملتی ہے۔ اس کتاب میں بڑی عمدہ ترتیب اور کامل تحقیق کے ساتھ آپ کے معجزات جمع کئے گئے ہیں۔ سب سے بڑا معجزہ آپ کا قرآن مجید ہے جس میں فصاحت و بلاغت کا معجزہ بھی ہے۔ اور اخبار غیب کا معجزہ بھی ہے اور قوت تاثیر اور خدا کے بندوں کو خدا سے ملنے یا بالفاظ دیگر انسان کو حقیقی انسان بنانے کا تو خاص معجزہ اس کتاب کا ہے۔ نبوت کے بارہویں سال جبکہ آپچی عمر شریف اکیاون سال نواہ کی تھی حق تعالیٰ نے آپ کو معراج عطا فرمائی یعنی آسمانوں پر آپ بلائے گئے۔ جنت و دوزخ کی سیر آپ کو کرائی گئی۔ اور عالم ملکوت کے عجائب و غرائب اور اللہ تعالیٰ کے آیات کبریٰ کا مشاہدہ آپ کو کرایا گیا۔ آپ کے اخلاق کریمہ کی یہ حالت تھی کہ آپ کے صحابہ میں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ لطف و کرم میرے ہی اوپر ہے۔ ہمیشہ غریب و مساکین کی طرف آپ کا انقیاد زیادہ ہوتا تھا۔ یتیموں اور یتیموں کی خیر گیری کرنا آپ کے فرائض میں سے تھا۔ اگر کوئی آپ کے اصحاب میں سے بیمار ہوتا تو اسکی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔

”خوش طیبیہ است بیا تا ہمہ بیمار شویم“

جنادوں کے ساتھ جاتے اور غار پڑھ کر دھن کر کے واپس آتے۔ کسی کی آخری حالت سنتے تو اس کے پاس جا کر روتے اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ ایسے مرتے پر ہزاروں زندگیاں قربان۔

رحلت فرمائی۔ اور رفیقِ اعلیٰ جس مجدد کے بوار عزت میں سکونت اختیار کی۔ **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ**۔

اولاد میں آپ کی آٹھ تھیں۔ چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ طیبؑ، طاہرؑ، قاسمؑ، ابراہیمؑ، زینبؑ، رقیہؑ، ام کلثومؑ، فاطمہؑ، مگر سب صاحبزادے اور صاحبزادیاں آپ کے سامنے ہی وفات پا گئے۔ صرف حضرت فاطمہؑ کو آپ نے چھوڑا۔ اور ازواجِ مطہرات آپ کی بوقت وفات تھیں حضرت عائشہؑ، حضرت حفصہؑ، حضرت زینب بنت جحشؑ، حضرت زینب بنت خزعمہؑ، حضرت سودہؑ، حضرت میمونہؑ، حضرت صفیہؑ، حضرت بویرثیہؑ، حضرت ام سلمہؑ۔

آخر وقت میں آپ نے فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اول قرآن مجید دوسری میری سنت (دفعہ) انہیں دو چیزوں کو تقلیدیں کہتے ہیں۔ اور یہ روایت حدیث نقلین کے نام سے مشہور ہے۔ آخری وصیت ہو آپ نے مسلمانوں کو فرمائی وہ یہ تھی۔ کہ نماز کی حفاظت کرنا۔ اور اپنی لوٹدی غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

حضرت عائشہؑ صدیقہ کے اقبال مند مہرے میں جس جگہ آپ کی وفات ہوئی تھی وہیں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ جو کہ زیارت گاہ عالم ہے *

سہ ”بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
چو بوقت جاں سپردن بسترش سیدہ باشی“

دنیا کا عیش و آرام کبھی آپ نے نہیں اٹھا یا موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر آپ کے کپڑوں میں پیوند بھی لگا ہوتا تھا۔ پیر تکلف غذائیں کبھی آپ نے استعمال نہیں فرمائیں۔ اور اکثر آپ کے گھر میں فاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ کبھی ایسا تھا کہ دو دن متواتر دونوں وقت آپ نے کھانا کھا یا ہو۔ مجلس آپ کی بالکل سادہ و سبے تکلف ہوتی تھی۔ دنیاوی شان و شوکت نام کو بھی بھٹی آپ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح بلا امتیاز مکر بیٹھتے تھے کہ اجنبی آدمی کو اگر پوچھا پڑتا تھا کہ **مَنْ قَعْلُ فَبِکُمْ** یعنی تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی آپ کو ایسا عطا فرمایا تھا کہ چہرہ مبارک آپ کا چودھویں رات کے چاند سے زیادہ چمکتا تھا۔ آپ کے پسینے میں خوشبو آتی تھی جس راستے سے آپ گزرتے تھے دیر تک اس راستے میں خوشبو آیا کرتی تھی۔ صحابہ کرام اس خوشبو سے پہچان لیتے تھے کہ آپ کا گذر اس راستے سے ہوئے

جب عمر شریفؓ تربیٹہ برس کی ہوئی اور ہجرت کا گیا رھواں سال شروع ہوا تو بارھویں ربیع الاول کو دو شنبہ کے دن بوقت چاشت چودہ دن بیمار رہ کر اس عالم فانی سے

تبلیغی جلسے !

ادراکینِ حزبِ انصار نے اہلسنت والجماعت کو بغیر کسی ریشہ و دانیوں اور ان کے محل و تبلیغ سے آگاہ کر کے کیلئے تبلیغی جلسوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تاکہ بھولے بھالے عوام الناس اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔ ۱۱ نومبر ۱۹۲۹ء کو سرگودھا سے ابتداء کی گئی ہے۔ اور ابھی وفد بہ زبیر سرگودھی حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب گجراتی امیر حزب الانصار سفر پر ہیں۔ آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ الخیر ہر ایک جلسہ کی کارروائی درج کیا جائیگی *

غلام حسین ناظم شعبہ اشاعت حزب انصار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ

(اداسی)

یقین کے ساتھ اپنی کمان اپنے ہاتھ میں لیتے۔ غیر اسلامی افکار و اعمال سے توبہ کر کے اپنی قوتوں کے سرچشمہ کا سرخ لگاتے، اپنی ذات پر اقتدار حاصل کر کے اپنے دماغ کی تمام کھڑکیاں کھولتے۔ اپنے اندر اسلامی سیرت و کردار پیدا کرتے۔ پاکستان میں قانون الہی کے اجراء و نفاذ کی تیاریاں شروع کر دیتے۔ اور پھر ساری دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کرنے پر کمر ہمت باندھ لیتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ قیام پاکستان سے پہلے دور غلامی میں دین و اخلاق سے جو آزادی اور بیزاری عوام و خواص میں پائی جاتی تھی سب اس کے کہ اس میں کمی آتی اور پاکستان کا قیام اس میں روک لگا دیتا۔ اور اٹا اس میں زیادتی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ الحاد و دہریت کا وہ اثر و اقتدار جو

دنیا نے انسانیت پر چھایا ہوا ہے اور بے دین سیاست کا دنیا پر جو غلبہ ہے اس کو ٹوٹنے کی مسلمانوں میں طاقت نہیں۔ وہ تمدن و سیاست میں کھر کا غلبہ تسلیم کرتے اور خدا و مذہب کے باغیوں کی خوشامد و چالپوسی کرنے پر مجبور ہیں۔ غیر اسلامی جمہوریت کا بے سراگ الاپے بغیر وہ اپنی مملکت خدا داد کا استحکام نہیں کر سکتے۔ اور بگڑی ہوئی قوم چند دنوں، چند مہینوں اور چند سالوں میں نہیں بن سکتی۔ بگڑی اور بگاڑی ہوئی قوم کو بننے اور سنورنے کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے۔

آجاء اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب صدیوں کی پیہم و متواتر کوششوں کے باوجود اب تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ ہر زمانہ کے مخلص، قابل، صالح، مستعد اور ایثار پیشہ علماء، مشائخ اور لیڈران قوم نے اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں، جسمانی قوتوں اور پوری دانائی و تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کی بے دینی، پست ہمتی، خستہ حالی، مظلومیت اور اخلاقی زوال کو دینداری، الو العز می، خوشحالی، قوت و توانائی، اخلاقی صحت اور کامیابی سے بدلنا چاہا اور ان کو اسلام کی صراط مستقیم پر قائم کرنا چاہا۔ مگر یہ بدبخت قوم کچھ اس طرح اسلام کے رستے ٹوٹا کر بھاگی کہ اسلام کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتی، دین و اخلاق کی طرف نہیں آتی اور خدا کے سامنے سر بسجود نہیں ہوتی۔ روز بروز اسلام سے دور اور دین و اخلاق سے نفور ہی ہوتی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و انعام ہے کہ نا اہل مسلمانوں کو پاکستان کی صورت میں آزادی ملی، غلامی کی لعنتی زندگی سے انہوں نے نجات پائی۔ وہ بھی آزاد قوم کی صف میں شامل ہوئے۔ اور اپنی تمام قوتوں کے سرچشمہ کے مالک بن گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے خواص اپنی ذہنی قوتوں کو بے دین سیاست اور الحادی فلسفہ کے اثرات سے پاک کرتے۔ اپنی جسمانی قوتوں کی حفاظت کرتے، ناقابل شکست

مسلمان نہ صرف بگڑے ہوئے بلکہ بگاڑے ہوئے بھی ہیں۔ ان کو اپنوں نے بھی بگاڑا ہے اور غیروں نے بھی اس کام پر اپنی تمام قوتیں صرف کی ہیں۔ اس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انگریز کے شاگردان رشید یورپ کی ناری روشنی سے منہ موڑ کر شراب کی زوری روشنی سے اپنے دلوں کو منور کر لیں۔

بے دین سیاست کے عاشق اور مغربی جمہوریت کے دلدادہ حضرات یکدم صدیق اکبرؒ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ کے نقوش قدم کی پیروی کرنے لگیں۔ ان کے

تخیلات کی دنیا درہم برہم ہو جائے، ان کے جذبات و احساسات اسلامی رنگ اختیار کر لیں، انکی خواہش پسند

کا تہمتہ الٹ جائے، بے پردگی، عیاشی، فحاشی اور آوارگی کا قلع قمع ہو جائے اور قوم میں ایک فوری انقلاب رونما

ہو جائے۔ قومیں صدیوں میں بگڑا اور بنا کرتی ہیں لہذا ہم اس طفل تسلی اور خوش فہمی میں مبتلا نہیں کہ ہمارا برسرِ اقتدار

طبقہ آج ہی اپنی صورت و سیرت کے اعتبار سے مسلمان بن جائے۔ ہماری حکومت اپنے قانون کی طاقت سے صرف

رمضان کے مہینہ میں لوگوں سے رمضان کا احترام کرائے مشکلہ انگریز طریقہ سے شراب خانے بند کرے اور چکے اٹھادے۔

وغیرہ وغیرہ۔ ایسے مطالبے خام خیال اور خام کار دیندار طبقے ہی کو زیب دیتے ہیں۔ صحیح اسلامی انقلاب کے لئے مجتہدانہ

بصیرت و قابلیت، مومنانہ عزم و استقامت، مسلمانانہ کردار

انتہائی جدوجہد، صبر و ثبات، عفو و درگزر، حزم و احتیاط اعتدال و توازن، حکمت و دانائی اور تدریجی ارتقا کی ضرورت ہے۔

اس کے لئے مقصد کے تعین اور عزم وادادہ کی ضرورت ہے۔ مقصد کا یقین اور عزم وادادہ کا اعلان تو کر دیا گیا ہے۔ مگر

افسوس کہ ابھی اسپر عمل اور تعمیری و تخلیقی رجحانات کا سرحد سے کیسے گمراہی تک کہیں بھی پتہ نہیں۔ بس اسی کا ردنا ہے۔

کہ ہمارے ارباب قیادت کہتے سب کچھ ہیں مگر کرتے کچھ بھی نہیں۔ معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے کارفرماؤں نے

محض ماحول کے دباؤ سے مجبور ہو کر قرارداد مفاد کو پاس کیا ہے۔ انہوں نے نیک عینی، کامیابی، دانائی، تدبیر،

جوش اور ولولہ کے ساتھ مقصد کا یقین نہیں کیا۔ ادا نہیں اسکی ضرورت و اہمیت کا احساس بھی نہیں۔ انہیں اپنے

مقصد کا سچا یقین و اعتماد حاصل نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک انکی ذہنی صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں اسے

حاصل کرنے کی کوشش پر مجتمع نہیں ہو سکیں۔ واضح اور روشن مقصد بجائے خود ایسی طاقت ہے جو انسان کی قوتوں

کو برسرِ عمل کر دیتی ہے اور اسے کامیابی کی شاہراہ پر لگا دیتی ہے۔ اگر ہمارے رہنماؤں کی قوتیں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ

کے لئے برسرِ عمل نہیں آتی ہیں تو اس کا سبب لامحالہ یہی ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ان کے سامنے کوئی واضح اور روشن مقصد

ہی نہیں۔ اگر کوئی مقصد ہے تو وہ صرف پاکستان کا استحکام و ترقی ہے۔ وہ بھی غیر اسلامی طریقوں سے۔ رہا روحانی و

اخلاقی قدروں کا معاملہ۔ سوائے بدستور غفلت برقی جارہی ہے۔ اور مادی ترقی، معاشی خوشحالی اور جسمانی آسائش و

آسودگی کو ہی سب کچھ سمجھا جا رہا ہے۔ کسی قوم کی ترقی و سر بلندی میں اخلاقی کو بہت بڑا دخل

ہوتا ہے۔ اور قومی صحت کو اعلیٰ حیا رنگ پہنچانے کیلئے تہذیب نفس اور ذکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ ہماری حکومت

سب کچھ کر رہی ہے مگر اس طرف کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔ اگر ہمارے ارباب بہت و کشادہ وقت کی اہم ترین ضرورت اخلاقی اصلاح

و درستی کا بھی احساس کر لیں، اپنی قسم کی خود غرضیوں سے بلند ہو کر اپنی صلاحیت، اپنے خلوص اور اپنے اثر و اقتدار سے

کام لیکر مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ پر کمر ہمت باندھیں تو انشاء اللہ

پاکستان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتا اور ساری دنیا میں اسلامی انقلاب پر یاکو سکتا ہے

لطائف المشاہیر

(ادارہ)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے کپڑے میں سترہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ میں روتا ہوا اپنے گھر واپس آیا۔ پھر جو نکلا تو میں نے راستہ میں حضرت عمرؓ کو دیکھا ان کے کندھے پر ایک مشک پانی کی تھی۔ اور ان لوگوں کو راستہ سے ہٹاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ میں نے پکارا کہ یا امیر المؤمنین! فرمایا کہ ابھی نہ بولو۔ میں پھر تم سے کہوں گا۔ میں ان کے ساتھ ساتھ گیا تو دیکھا کہ وہ ایک بڑھیا کے گھر گئے۔ ان کے چلے آنے کے بعد پیریم مکان پر ان سے ملے اور ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی انہوں نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد روم اور فارس کے قاصد میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بڑے خیر دے آپ کے علم اور فضل اور عدل پر تمام لوگ متفق ہیں۔ اس سے میرے نفس کو کچھ خیال پیدا ہوا۔ لہذا یہ کام میں نے کیا تاکہ وہ خیال دفع ہو جائے۔

آپ باقرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ چلے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں حضرت علیؓ مل گئے اور ان کے ساتھ حسنؓ و حسینؓ بھی تھے۔ حضرت علیؓ نے سلام کر کے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور حسینؓ ان کے دونوں جانب کھڑے ہو گئے اس وقت حضرت عمرؓ پر گریہ و زاری کی حالت طاری ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین! آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ اے علیؓ مجھ سے زیادہ کس کو رونا چاہیے۔ اس امت کا کام میرے متعلق کیا گیا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا کہ میں اچھا کام کرتا ہوں یا بُرا۔ حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم آپ

بہت انصاف کرتے ہیں۔ مگر ان کا رونا موقوف نہ ہوا حسینؓ نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! کیا تم دونوں اس بات کی شہادت دو گے؟ وہ دونوں حضرت علیؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تا مل کیا کرتے ہو۔ تم دونوں بھی اسکی گواہی دو اور میں بھی اسکی گواہی دوں گا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کر رہے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ ایک نیچے کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اس سے باتیں کرنے لگے کہ تم اس ملک میں کیسے آئے۔ کیا بات ہے۔ اسی اثناء میں نیچے کے اندسے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ آپ کے لائق کوئی بات نہیں ہے۔ ایک عورت کو دروازہ ہو رہا ہے۔ پس حضرت عمرؓ اپنے مکان پر آئے اور اپنی بی بی ام کلثومؓ بنت علیؓ سے فرمایا کہ کپڑے پہن لو اور میرے ساتھ چلی آؤ۔ پس اس اعرابی کے خیمہ میں لے گئے اور کہا کہ اس عورت کو اجازت دو تو یہ کچھ خدمت کر دیگی۔ چنانچہ ام کلثومؓ اندر گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثومؓ نے کہا یا امیر المؤمنین! سپت دوست کو قرزند کی بشارت دیجئے۔ جب اس اعرابی کو معلوم ہوا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں تو حیران ہو گیا۔ اور محذرت کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکی ضرورت تو نہیں۔ صبح کو تم ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ وہ آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بچہ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے خطیب میں فرمایا کہ اللہ کا

شکر ہے اس کے سوا کوئی مہبود نہیں۔ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ میں اسی وادی میں اپنے والد کے اونٹ پر ایا کرتا تھا۔ ان کا مزاج ذرا سخت تھا وہ مجھ سے بہت سخت کام لیتے تھے۔ اور ذرا سے قصور پر مجھے مارتے تھے۔ اور ایک زمانہ اب ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کا مجھے خوف نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی شکر کسی مقام پر بھیجا لشکر کے مقام مقصود پر پہنچنے کے بعد ایک روز مدینہ میں آپ لیبیک لیبیک پکارنے لگے۔ لوگ نہ سمجھے کہ کیا واقعہ ہے۔ جب وہ شکر فتح و ظفر کے ساتھ واپس آیا تو حضرت نے پوچھا کہ اس شخص کا تو حال بیان کرو جس کو تم نے پانی میں غرق کر دیا۔ اور وہ مجھکو پکارتا تھا۔ سردار شکر نے اقرار کیا کہ ہمارا اسمیں قصور نہیں۔ ہم نے اسے پانی کا اندازہ کرنے کو پانی میں بھیجا سردی کے باعث وہ مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خیر میں اس مرتبہ درگزر کرتا ہوں مگر اب کبھی تم مجھکو اپنی صورت نہ دکھانا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو انہوں نے دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے اس سے فرمایا کہ ای ہندہ خدا دے ہاتھ سے کھانا کھا۔ اس نے کہا ہا ہنا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ پھر اس سے فرمایا ای ہندہ خدا دے ہاتھ سے کھانا کھا۔ اس نے پھر ویسا ہی جواب دیا۔ اس طرح پھر وہی سوال و جواب ہوا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ دے ہاتھ کو کیا ہو گیا، ہے۔ اس شخص نے کہا کہ غزوہ موتہ میں کٹ چکا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اور رونے لگے۔ فرمایا کہ تم کو وضو کراتا ہے اور تمہارا سر کون دھوتا ہوگا۔ تمہارے کپڑے کون دھوتا ہوگا۔ پھر حکم دیا کہ ان کو ایک غلام دیا جائے اور ایک اونٹ غلہ کا بھرا ہوا۔ اور جو کچھ ان کو ضرورت ہو۔ یہ حالت دیکھ کر تمام اصحاب رسول چلا آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرما کر گئے۔ کہ اللہ اکبر یہ مسلمانوں پر کیسے رؤف و رحیم ہیں۔

مسلم بہنوں کی عزت کا واحد حل

(۱) ایک عورت شادی کے بعد کس طرح باعزت زندگی گزار سکتی ہے؟ ۹۔ (۲) عورت اپنے سسرال والوں میں کیسے ہر دین پر عمل کر سکتی ہے؟ ۹۔ (۳) عورت خاوند کے دل میں کیسے اپنا وقار قائم رکھ سکتی ہے؟ ۹۔ (۴) عورت شادی کے بعد اپنے والدین کی کیسے اطاعت کر سکتی ہے؟ ۹۔ (۵) عورت اولاد کو کیسے مطلع بنا سکتی ہے؟ ۹۔ (۶) عورت اپنی زندگی میں خدا کو کیسے راضی کر سکتی ہے؟ ۹۔ (۷) خود ملک قوم کی کیسے محنت کر سکتی ہے؟ ۹۔ (۸) خود پر مہربان کیسے حقوق ہیں؟ ۹۔ (۹) خود پر قربان داروں کیسے حقوق ہیں؟ ۹۔ یہ اور ہر قسم کے متعدد سوالوں کو جواب پکڑ کتاب ”ہندہ نامہ مسلمانہ بیوی“ میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ دنیا اسلام کو اس کتاب پر فخر حاصل ہے۔ ۳۸ صفحے سفید اور چمکا کاغذ بہترین کھائی چھپائی مجلد اور رنگین سرورق ان سب بیویوں کا جو دعوتِ حق صریح ترین روپیہ آٹھ آنے ملنے کا پتہ ہے۔ مکتبہ ادب جدید اور مکتبہ امیشین نزد پچر ہاؤس بندر روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُسُوۃُ رَسُوْلٍ كِی پِروِی

ہمارے طاقت کا اَصْلی سِرُ چشمہ

(اداسا)

قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ میں دونوں میں تصریح کیساقت حکم دیا گیا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت رکھو، اس لئے کہ اس سے اطاعت رسولؐ اور اطاعت رسولؐ سے اطاعت الہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حضورؐ کی محبت ہی تکمیل ایمان کا ذریعہ اور اسلامی زندگی کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَالسَّوْءَۃَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ ؕ (آل عمران)

تو کہدے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہدے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو اللہ کا فروں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی اگر اے مسلمانو! اور اہل کتاب! تم اللہ کو ماننے اور اُس سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ کیونکہ جو شریعت میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ اسی کی طرف سے ہے۔ میں تمہیں اسی کے احکام سناتا ہوں، اسی کی اطاعت و بندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اپنی بندگی کی طرف نہیں

بلاتا۔ تمہارے سامنے اسی کے اوامر و نواہی رکھتا ہوں۔ پھر ان پر عمل کر کے دکھاتا ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ محب اپنے محبوب کی معرفت اور اس کے امر و نہی کی پابندی پر حریص ہوا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی محبت کا اہل ہو سکے اور تقرب حاصل کر سکے۔ پس لامحالہ قدرتی بات ہے کہ جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ کے پیارے اور آخری رسولؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرے۔

محبت رسولؐ کیوں لازمی ہے؟ اس لئے کہ انسان کو بھی خدا پرستی اور دینداری ہاتھ نہیں آسکتی۔ ایمان اور اسلام کی اصل روح محبت رسولؐ میں مضمر ہے۔ ساتھ ہی اس آیت مبارکہ میں یہ بھی بتلادیا گیا کہ یہ محبت و عقیدت کوئی مقصود بالذات چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت کا ذریعہ ہے۔ مقصود بالذات محبت و اطاعت الہی ہے۔ اللہ و رسولؐ کی محبت کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت کی پیروی کی جائے۔ یہی اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہے۔ بغیر اطاعت کے صرف زبان سے اللہ و رسولؐ کی محبت کا دعویٰ کرنا اللہ و رسولؐ اور

اپنے نفس کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے۔

مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اسی فریب میں مبتلا تھے۔ مشرکین بتوں کو پوجتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم یہ کام اللہ کی محبت میں کرتے ہیں۔ یہ بت محض ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ ان کی پرستش ہم تقرب الہی کے لئے کرتے ہیں۔ ہماری نیت یہ ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو۔ اصل میں تمام بت پرست اور مگراہ قوموں نے اللہ کی محبت کا دعوے کر کے ہی کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم تمام نبیوں پر ایمان لائے ہیں، انکی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ اللہ ہمارا ہے اور ہم اللہ کے ہیں۔ باوجود ان تمام دعوؤں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تھے۔ اور آپ کی پیروی اختیار نہ کرتے تھے۔ اس لئے قرآن پاک نے ان کو جہنمی اور مگراہ قرار دیا۔

قیامت تک کے لئے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اسے لوگو! تمہارے یہ زبانی دعوے کوئی چیز نہیں جب تک تم اس آخری نبیؐ پر ایمان لا کر زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اسکی پیروی اختیار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جبکہ رسول اللہ کی سچے دل سے فرماں برداری و پیروی کی جائے۔ جو مسلمان اور غیر مسلمان اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کر کے اپنی عملی زندگی میں اللہ و رسول کی اطاعت و پیروی نہیں کرتے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور فریب نفس میں مبتلا ہیں۔

محبت و اطاعت رسول کا قرآنی معیار

محبت و اطاعت رسول کا جو معیار قرآن پاک نے پیش کیا ہے۔ اپنے دعویٰ ایمان کو اسی پر پکھ کر دیکھنا چاہئے اس معیار کو قرآن پاک نے یوں پیش کیا ہے۔ مَکَانَتِ

لَمُؤْمِنِينَ وَلَا مُؤْمِنَاتٍ إِذَا اقْبَضَ إِلَيْهِ وَرَسُولُهُ أَمْرًا لَّانْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا لَّامُبِينًا ۝ ترجمہ: کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو یہ لائق اور حق نہیں کہ جب کوئی کام اسکے واسطے اللہ اور اس کا رسول مقرر کر دے تو پھر اسکو اپنے دل اور اپنی مرضی کا کچھ بھی اختیار باقی رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلا مگراہ ہے۔

یعنی ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو رسول اللہؐ پر ایمان لانے اور آپ کی محبت کا دم بھرنے کے بعد اس بات کا اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اپنے عقائد و اعمال اور اقوال و افعال میں اپنی مرضی یا برادری کے رسم و رواج یا انسانوں کے گھڑے ہوئے قوانین کے مطابق معاملات زندگی کو سرانجام دینے لگے۔ اور پھر مسلمان اور مومن ہونے کا دعویٰ بھی کرتا رہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کسی معاملہ میں حکم شریعت سامنے ہے۔ مگر اسکی اپنی خواہش اس کے خلاف ہے۔ یا برادری کچھ اور کہتی ہے۔ دنیا کا رواج و قانون کچھ اور فتویٰ دیتا ہے۔

ایسی صورت میں کسی مسلمان مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حکم شریعت کو نظر انداز کر کے اپنی خواہش اور مرضی پر چلے۔ یا باپائی رسم و رواج پر عمل کرے۔ یا رائج الوقت قانون کی پیروی کرے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی خواہش، رواج اور دنیاوی کوٹھلکا کو احکام شریعت پر عمل کرے۔ وہی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت وہی محب رسول حقیقی مومن اور سچا مسلمان ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس واضح حکم کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور رسول اللہ کی محبت کا دم بھر

تو اس کی جمالت و حماقت، مگر اسی، سب دینی اور بیوقوفی

میں کو شبہ نہیں۔ قرآن حکیم کا واضح مطالبہ اور صریح حکم ہے۔

سَأَتُكُمُ اللَّهُ سُبُلَ الْخَيْرِ لَوْلَا رِزْقُهُمْ لَكُنْتُمْ فِي الْفُتُورِ

(ترجمہ) جو تم کو رسول دیتا ہے اسکو پکڑ لو اور جس چیز سے روکتا ہے اس سے باز رہو۔ یعنی تمام معاملات زندگی

اور کاروبار حیات میں پورے طور پر متبع شریعت بن جاؤ

عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، معیشت

سیاست اور تمدن وغیرہ تمام معاملات میں احکام شریعت

پر عمل کرو۔ اپنی پوری کی پوری زندگی رسول اللہ ص کے اسوہ

مسند کے مطابق بناؤ۔ اور امر کو بجالاؤ۔ نواہی سے اجتناب

کرو۔ اس کامل اطاعت و اتباع پر اندر سے انسان کو جو

چیز ابھارتی ہے وہ محبت رسول ہے۔ اگر دل میں محبت

رسول کا سچا اور قوی جذبہ ہو تو یقیناً اطاعت رسول کو

پیدا کرتا ہے۔ اور اگر دل اس پاکیزہ و محترم جذبہ سے خالی

ہو تو باوجود ہزار دعویٰ ایمان کے اس سے اعمال صالحہ

کا صدور نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں آیتوں اور انکی تشریحات سے معلوم ہوا

کہ قرآن وحدیث میں جو جگہ جگہ پیروان اسلام سے اللہ

اور اس کے رسول کی محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ تاکہ وہ اپنے پوری زندگی میں قرآن وحدیث کے احکام پر عمل کریں۔ انکے ایمان تازہ اور قوی رہیں۔ ان میں روح اطاعت پیدا ہو۔ اخلاق میں پاکیزگی آئے، اعمال صالحہ کا صدور ہو، ان میں یک رنگی اور یک جہتی قائم رہے۔ کسی قسم کا اختلاف و نزاع پیدا ہو کر انکے اتحاد کو تباہ نہ

کرے۔ وہ مگراہ قوموں کے اقوال و آراء اور طور طریقوں کی تقلید و پیروی سے محفوظ رہیں، حق و باطل اور غلط و صحیح میں تمیز کرتے رہیں اور صحیح معنوں میں امت مسلمہ بن جائیں۔ اگر مسلمانوں میں ایسی محبت و اطاعت نہ ہو تو

ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ اسوہ رسول کی پیروی، درپابندی شریعت ہر مسلمان کا پہلا فرض ہے۔ اس میں کسی مسلمان کا کوئی عذر و حیلہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ سچا مسلمان وہی ہے جو پابند شریعت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے

لَيْسَ الْإِيمَانُ بِاللِّسَانِ وَلَا بِاللَّحْمَى وَلَكِنْ طُغْمَا

وَقَرَفِي الْقَلْبِ وَصَلَّى قَدْ أَعْلَمْتُ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان محض تمنا اور زبانی دعویٰ

کا نام نہیں۔ نہ بناوٹ کا نام ایمان ہے۔ بلکہ ایمان وہ ہے جس نے دل میں جگہ پکڑ لی ہو اور عمل اسکی تصدیق کرتا ہو۔

یعنی ایمان نہ صرف زبانی دعویٰ، محض تمنا اور بناوٹ کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں راسخ ہو۔ اور جب ایمان

دل میں راسخ ہو جائے تو پھر وہ اعمال صالحہ کو پیدا کرتا ہے۔ ایمان دعویٰ ہے۔ اور اعمال صالحہ اس کا ثبوت۔

عمل و اطاعت کے بغیر ایمان و محبت کا دعویٰ کرنا فضول و بیکار اور درگاہ الہی سے رد ہے۔ ایمان و محبت کے

زبانی دعوے تو منافقین مدنیہ بھی بڑے زور کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم سچے مسلمان ہیں مگر عمل اس دعوے کے خلاف کرتے تھے۔ خدائے حکیم

و خیر نے ان کے ان دعویٰ کو یوں رد فرمایا۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَمْعًا أَيْمَانَهُمْ لَئِنْ أَمَرْنَاهُمْ لَنُخْرِجَنَّ ط

قُلْ لَا تَقْسِمُوا مَا هَذَا مَعَكُمْ وَقَدْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی پکی کہ اگر تو ان کو

خارج کر دے گا تو ان کے ایمان کی قسمیں بیکار و فضول ہیں۔

اللہ جہاد میں ہمیں کھاکھا کر کہتے تھے کہ ہم سچے مسلمان ہیں مگر عمل اس دعوے کے خلاف کرتے تھے۔ خدائے حکیم

و خیر نے ان کے ان دعویٰ کو یوں رد فرمایا۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَمْعًا أَيْمَانَهُمْ لَئِنْ أَمَرْنَاهُمْ لَنُخْرِجَنَّ ط

قُلْ لَا تَقْسِمُوا مَا هَذَا مَعَكُمْ وَقَدْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی پکی کہ اگر تو ان کو

خارج کر دے گا تو ان کے ایمان کی قسمیں بیکار و فضول ہیں۔

جہاد وغیرہ میں نکلنے کا حکم کر گیا تو وہ ضرور نکلیں گے۔ سو کہدے ای رسولؐ کہ بہت قسمیں نہ کھاؤ۔ بلکہ اصل چیز دستور کے مطابق اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ بیشک اللہ خوب جانتا ہے ہوتم کرتے ہو۔

اس آیت نے قطعی طور پر فیصلہ کر دیا کہ عمل و اطاعت کے بغیر زبانی دعوے منافقت ہیں۔ اور بدل بدلہ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ انہی منافقوں سے کہا گیا تَعْلَمُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ ان کے دعویٰ ایمان کی یوں نفی کی گئی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ وَيُحَدِّثُونَ اللّٰهَ وَالْآلِیْنَ اٰمَنَّا وَمَا یُحَدِّثُونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُونَ (دلاجمہ) اور بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور انکو جو ایمان لائے۔ اور وہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنے نفسوں کو۔ اور وہ نہیں سمجھتے۔

اسلام کے نام پر فریبکاری ان آیتوں میں ان لوگوں کو بے نقاب کیا گیا ہے جن کے قول و فعل میں تضاد ہو۔ اور جو کفر و اسلام کے درمیان کھڑے رہ جائیں۔ نہ پورے مومن بنیں اور نہ پورے کافر، ہمت و بصیرت کے ساتھ نہ کفر کا راستہ اختیار کریں اور نہ اسلام کا۔ نہ ادھر کے رہیں اور نہ اُدھر کے۔ ان کی تاریخ یہ ہے کہ جب مدینہ میں اسلام نے فروغ حاصل کر لیا۔ پہلائی سٹیٹ قائم ہو گیا۔ اور وہ ایک سیاسی طاقت بن گیا۔ تو جو دل سے اسلام کی صداقت کے قائل نہ تھے مگر کھسک کر اسکی مخالفت اور مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دل میں کچھ اور باتیں رکھیں اور زبان سے

اسلام کی محبت کا دعویٰ کریں۔ قرآن حکیم نے منافقوں کی پہلی نشانی یہی بتلائی ہے کہ وہ زبانی جمع خرچ کرتے ہیں۔ اس فصل سے ان کا اصل مقصد دوسرے لوگوں کو دھوکہ دینا ہوتا ہے۔ منافق ظاہری لباس مومنوں جیسا اختیار کرتا ہے۔ نہایت چالاکی کے ساتھ اپنی ظاہری حالت درست دکھاتا ہو۔ ہر دیکھنے والا اس کے متعلق یہی سمجھتا ہے کہ وہ اسلام کا عاشق، مسلمانوں کا خیر خواہ اور محب رسولؐ ہے۔ وہ اسلام کے آسان آسان حکموں پر عمل کرتا ہے اور مشکل احکام سے جان پڑا لیتا ہے۔ جہاد سے بھاگتا ہے۔ قربانی کے نام سے اُسے موت آتی ہے۔ ایثار کو وہ بیوقوفی سمجھتا ہے۔ نمازیں لمبی لمبی پڑھتا ہے۔ اپنی دینداری اور وفاداری اسلام کا دم بھرتا ہے۔ ریاکاری اور نمائش میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ عمل، ایثار، قربانی اور جہاد میں سب سے پیچھے۔ دُعوٰیاں دھار تقریریں کرتا ہے۔ اور تیغ زبان کے خوب جوہر دکھاتا ہے۔

مومن اور منافق میں فرق کر دینے والی چیزیں

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مومن اور منافق دونوں کے دعوے ایک اور ظاہری حالت یکساں ہوتی ہے تو پھر دونوں میں فرق و امتیاز کر دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ چیز عملی زندگی ہے۔ اگر ایک شخص کی زندگی میں یہ چیز نظر آئے کہ وہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اسلامی احکام و قوانین پچھتا، طریقہ محمدیہ کی پیروی کرتا اور مشکل و آسان تمام احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ تو یقیناً وہ سچا مومن مسلمان اور محب رسولؐ ہے۔ اسکے برخلاف اگر کسی کی زندگی میں یہ چیز نظر آئے کہ وہ زبانی جمع خرچ تو بہت کرتا ہے مگر اسکی عملی زندگی اسلامی ذہلیت اور اسلامی سیرت و کردار

ہے تو اسلام اور مسلمانوں سے آنکھیں پھیر لیتا ہے بعض اوقات تو اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں کافروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

اس مرض نفاق کا علاج صرف محبت رسولؐ ہے آپؐ کی محبت سے دل و دماغ اسلامی رنگ اختیار کرتے ہیں اور ظاہری اعضا و وجوہ احکام اسلام کے مطیع و متقاد ہو جاتے ہیں۔

محبت رسولؐ کے معنی اطاعت رسولؐ کے سوا اور کچھ نہیں

مذکورہ بالا تصریحات و تفصیل سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ محبت رسولؐ کے معنی اطاعت رسولؐ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اصل میں نبیؐ کو ماننے اور اس سے محبت کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کی اطاعت و پیروی کی جائے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (ترجمہ) اور ہمیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَءَ لَكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَكُونُوا بِمَا تُنَادِيهِمْ فَيُسَبِّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَا سَبِّحُوهُ إِزْوَاجًا مِّنْ فَسَائِلٍ وَأَقْتِبَاصٍ ۚ وَمَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُكَ وَلَا يَمْلِكُونَ ۚ (ترجمہ) پس قسم ہے پروردگار تیرے کی نہیں ایمان لاؤ گے یہاں تک کہ حکم قرار دیں تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ پڑے جھگڑا ان کے درمیان۔ پھر نہ پائیں بیچ دل کے تنگی اس چیز سے کہ حکم کرے تو اور مان لیں مان لینا۔

یعنی ای نبیؐ! قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ لوگ جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں جب تک وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات، اختلاف اور جھگڑوں کو تیرے ارشادات کے

کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ وہ کسی معاملہ میں اپنی خواہش نفس پر چلتا ہے۔ کسی امر میں رواج پر عمل کرتا ہے۔ کسی مرحلہ پر انسانی قوانین اختیار کر لیتا ہے۔ آسان حکموں پر عمل کر لیتا ہے۔ مشکل احکام سے کتر جاتا ہے۔ اور وہ اپنے تمام اقوال و افعال میں اتباع سنت کا مظاہرہ نہیں کرتا تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ منافق ہے۔ پس مومن اور منافق میں فرق کر دینے والی چیز عملی زندگی ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں دونوں کی نیت میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ سچا مومن جو کچھ بھی کرتا ہے خدا کی رضا مندی و خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ منافق آدمی اگرچہ کام تو وہی کرتا ہے مگر کرتا ہے اپنی غرض، شان و شیخی بیڈری اور مفاد کے لئے۔ مومن خدا پرست ہوتا ہے۔

اس کے ہر قول و فعل میں رضائے الہی کی طلب ہوتی ہے اور منافق نفس پرست ہوتا ہے۔ جو کتنا اور کرتا ہے اس میں اس کی غرض پنہاں ہوتی ہے۔ وہ اسلامی فرض سمجھ کر کچھ نہیں کرتا۔ مومن ہمیشہ سب کچھ اللہ کے لئے کرتا اور کرتا رہتا ہے۔ خواہ وہ مصیبت و تنگی کی حالت میں ہو یا راحت و آرام کی حالت میں۔ وہ اپنے نفس، برادری، رواج اور اغراض و مفاد کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ لوگوں سے نہیں بلکہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ اطاعت و فراہم داری وہ اپنا دائمی فرض سمجھتا ہے۔ مگر منافق اطاعت و وفاداری کا ثبوت صرف اُس وقت دیتا ہے جب اُس کا کوئی کام آپڑے۔ وہ اپنی غرض کے لئے دعوے بھی کرتا ہے، تقریریں بھی کرتا ہے، چندے بھی دیتا ہے، نمازیں بھی پڑھتا ہے، روزے بھی رکھ لیتا ہے۔ جب اُس کا مطلب نکل جاتا

مطابق طے نہ کر لیں مومن نہیں ہو سکتے۔ جب وہ تجھے اپنا حکم تسلیم کر لیں، تیرے احکام کے سامنے سر جھکا دیں تو اس سے اپنے دل میں کوئی بھی نہ باتیں۔ خوش دل کے ساتھ تیرے احکام کے سامنے سر جھکا لیں۔ دل، زبان اور جسم تینوں کے ساتھ تجھے مانیں۔ یہی حقیقی ایمان ہے۔ اور وہی لوگ مومن ہیں جو اس طرح تجھے تسلیم کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کے وہ تمام لوگ جنت داخل ہونگے جو مجھ پر ایمان لائیں گے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے مجھے قبول نہ کیا اور سرکشی کی۔ پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے آپ کو قبول نہ کیا۔ اور سرکشی کی؟ فرمایا۔ جس نے میری اطاعت جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری بے فرمانی کی پس تحقیق اس نے مجھے قبول نہ کیا۔ (مشکوٰۃ) یعنی درحقیقت مجھے ماننے والا وہی ہے۔ جو میری اطاعت کرے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس مجھے نہ مانا۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جُمِعَتْ بِهِ۔ نہیں پورا مومن ہوتا ایک شخص جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو تابع نہ کر دے اس چیز کے جو میں لایا ہوں۔ یعنی جب تک ایک شخص اپنی خواہش کو پورے طور پر شریعت کے تابع نہ کر دے اس وقت تک وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا۔

رسول کی اطاعت میں عین خدا کی اطاعت پوشیدہ ہوتی ہے۔

یہ جو قرآن و حدیث میں اللہ و رسول کی محبت و اطاعت

کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر پورا زور بیان صرف کیا گیا ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ رسول کی اطاعت میں خدا کی اطاعت پوشیدہ ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کرام اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسلئے میں اس کو ضروری تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کیونکہ اسلامی زندگی کی بنیاد اسی اعتقاد پر استوار ہوتی ہے۔ اگر اس میں خامی رہ جائے پوچھ ساری زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ سو جان لیجئے کہ اسلام جو امت مسلمہ اور جماعت حقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے قیام و بقا کے لئے اعتصام بحبل اللہ ضروری ہے۔ اس اعتصام یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ انفرادی و اجتماعی طور پر ان اوامر و نواہی کی پابندی کی جائے جن سے اسلام کا مکمل ضابطہ حیات بنتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پابندی کی عملی شکل کیا ہے۔ جس کے لئے اعتصام کی شدید تاکید کی جا رہی ہے۔ اور جس میں انسانیت کی اجتماعی صلاح و فلاح کا راز مضمر ہے۔ اس کو کس طرح مضبوطی کے ساتھ پکڑا جاسکتا ہے؟ خدا تعالیٰ جس کی ہمیں اطاعت کرنی ہے۔ وہ تو کوئی محسوس چیز نہیں۔ نہ ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ نہ سن سکتے ہیں۔ نہ اس سے محسوس طریقہ پر ربط و ضبط قائم کر سکتے ہیں۔ وہ تو ایک غیر محسوس اور وراور الہی ہستی ہے۔ ایسی صورت میں ایک آن دیکھی اور آن بوجھی ہستی کی اطاعت کیسے ہو؟ اس کا خوف ہم اپنے دل میں کیسے بٹھائیں؟ اور اس کو کس طرح تعلق پیدا کریں؟ ادھر تمام اسلام نام ہی خدا کی اطاعت کا ہے۔ ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنی کو مانتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ ہمیں اس ریب و تردد سے نجات دیدے۔ اور ایک آن دیکھی ہستی کا اعتقاد ہمارے

ہم نیابت الہی کے اس پروگرام پر عمل پیرا ہو سکیں۔ جسکے صلہ میں ہم فرشتوں سے بھی بلند مرتبت قرار پاتے ہیں۔ ہمارا اجتماعی فریضہ حکومت الہی کا قیام اور خلافت ارضی کا حصول ہے۔ اسی شرف و اعزاز نے ہمیں کل عالم پر فضیلت بخشی۔ ضروری ہے کہ ہم میں خلافت ارضی کی طمع پائی جائے۔ اگر امت مسلمہ میں یہ طمع نہ پائی جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اجتماعی حیثیت سے مرگئی۔ اسکے دین و اخلاق پر مردنی چھا گئی۔ اور اس نے اپنے مقصد حیات کو فوت کر دیا۔ اور اگر یہ طمع ابھرائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کونسی تدبیر اختیار کریں کہ ہم اپنے مقصد حیات میں کامیاب ہو جائیں؟ قرآن اس کا جواب دیتا ہے: **قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سَبِّحُوْا عَلٰی اَنْفُسِہُمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّہٗ هُوَ الْعَفُوُّ الرَّحِیْمُ** (ترجمہ) کہدے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر یاد دہی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ تحقیق اللہ سب ہی گناہ بخشتیتا ہے۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہم نے اب تک اپنے مقصد حیات کو نہیں سمجھا۔ منشاے ایزدی کو پورا نہیں کیا۔ اور اس طرح اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہوش آئے کے بعد ہمیں اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اپنے آپ کو رحمت الہی کے نزول کا مستحق بنانا چاہئے۔

اب دوسرا سوال یہ آیا کہ رحمت الہی کیسے نازل ہو۔ جب مسلمانوں کو ناکامیوں پر ناکامیاں ہو رہی ہوں اور وہ ذلتوں پر ذلتیں اٹھا رہے ہوں تو ایسی صورت میں ان پر رحمت الہی کیسے نازل ہوگی؟ ارشاد ہوتا ہے: **هٰذَا الْكِتٰبُ الَّذِیْ اَنْزَلْنٰہٗ مُبَارَکًا فَاتَّبِعُوْہُ وَانْقَرِضُوْا**

دلوں میں اتار دے۔ ہم نبی کے بتلانے سے خدا کو مانتے ہیں۔ وہ ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات سے آگاہ کرتا ہے۔ اسکے اہام و نواہی کی خبر دیتا ہے۔ اس کی رضا مندی و خوشنودی حاصل کرنے کے طریقے بتلاتا ہے۔ ورنہ بذات خود ہم خدا تعالیٰ کی نسبت کچھ نہیں جان سکتے۔

اسلام جو امت اور جماعت پیدا کرنی چاہتا ہے۔ اس کا قصر رفیع ایمان بالرسالت پر ہی استوار ہوتا ہے۔ اہل ایمان کی اس جماعت کو کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کرے۔ انبیاء علیہم السلام اسی لئے آتے رہے کہ انسانوں سے خدا کی اطاعت کرائیں۔ انسانوں کی طرف انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا رہا ہے۔ کہ غیر محسوس خدا کی اطاعت نہ کرنے کے لئے کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے چونکہ رسول منصب رسالت کی حیثیت سے جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ خدا کی طرف سے کہتا ہے۔ اسی کے احکام سناتا ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ کی اطاعت کی شکل اس کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان و انعام

انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا احسان و انعام قرار دیا ہے۔ اس طرح خالق ارض و سما نے انسان کے مرتبہ کو بلند سے بلند کر دیا۔ اپنے رسولوں کو اپنے بھیجے ہوئے ضابطہ کا مکمل اور احسن ترین نمونہ بنا کر دوسروں کے لئے اس ضابطہ کی پابندی آسان کر دی۔ اس سے تمتع اندوز ہو کر انسانوں کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ ایک محسوس، مشہود اور ناطق پیکر کی مثال سامنے رکھ کر

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (ترجمہ) یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اسے مبارک بنا کر۔ سو تم اس کا اتباع کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔

کتنی واضح اور صاف تدبیر بتلا دی گئی۔ لیکن یہ کہ قرآنی احکام پر عمل کرو۔ اپنی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالو۔ اپنے عقائد و اعمال کو کتاب اللہ کے مطابق بنا لو۔ اس کتاب میں جن باتوں کا تم کو حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرو۔ اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے ٹک جاؤ۔ احکام الہی کی خلاف ورزی سے بچو۔ خدا سے ڈرو۔ اس کی نافرمانی سے باز آؤ۔ تب تمہارے اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ اور اگر احکام الہی کو پس پشت ڈال کر معصیت و نافرمانی کرتے چلے جاؤ گے۔ اور محض زبانی دعووں سے اپنے آپ کو فریب میں مبتلا رکھو گے تو عذاب الہی کے سزاوار تھیں گے۔

اسی چیز کو دوسرے لفظوں میں یوں ارشاد فرمایا اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ یہاں بھی بات صاف ہے کہ زبانی جمع خرچ نہ کرو۔ بلکہ عملاً اللہ و رسول کی اطاعت کا ثبوت دو تاکہ تمہارے اللہ کی رحمت نازل ہو اور تم دنیا میں بھی فائز المرم ہو جاؤ اور آخرت میں بھی نجات کے مستحق ٹھہرو۔

اُمّت مسلمہ کی زندگی کا بنیادی اصول

آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس قانون کی اطاعت ہوئی چاہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس پر نود عمل کر کے دکھایا اور پھر قیامت تک کے لئے اپنی امت کے واسطے اسی کو چھوڑ دیا۔ جو کچھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی اعتبار سے فرمایا تبیین و تفسیر کی اس کی بھی اطاعت ہونی چاہئے۔ یہی اطاعت نزول رحمت الہی کا باعث ہے۔ صحابہؓ نے

اطاعت ہی سے اپنے آپ کو اللہ کی رحمت کا مستحق بنایا تھا۔ رحمت کے ساتھ نصرت آتی۔ اس رحمت و نصرت الہی نے ارضی و سماوی تسخیر کی کنجیاں ان کے قدموں میں ڈال دیں۔ اور وہ اس دنیا میں ہر طرح کامیاب و بامراد ہوئے۔ دنیا میں ہمیشہ قوموں کی بیداری، تنظیم، ترقی اور کامیابی کا یہی گرہ رہا ہے۔ اور ہے۔ کہ قوم پہلے اپنے لئے ایک قانون مقرر و متعین کرے، اپنے اصولوں کو سمجھے، ان اصولوں کی خاطر بڑھ چڑھ کر قرآنیاں دے۔ اور تمام افراد قوم خوش دلی اور یک جہتی کے ساتھ اپنے قانون کی اطاعت کریں۔ نہ انفرادی حیثیت سے اپنے قانون کو توڑیں اور نہ اجتماعی حیثیت سے۔

اس قانون کی اطاعت اسی طرح ہوتی رہی ہے کہ قوم کسی ایسے شخص کی اطاعت کرے جو اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ ہو۔ اور جس کے ذمہ اس قانون کا نافذ کرنا اور اس کی تبیین کرنا ہو۔ ہر قومی تنظیم و ترقی کا ہمیشہ یہی اصل الاصول رہا ہے۔ ایمان یا رسالت کی غرض و غایت یہی پیچیدہ ہے۔

تمام مباحث کا خلاصہ

یہ ہوا کہ ہم مسلمانوں کی زندگی کا دار و مدار تو حید و رسالت کے اقرار و اعتراف پر ہے۔ اسلامی زندگی کی پہلی بنیاد تو حید ہے۔ اور دوسری بنیاد رسالت۔ انہی دونوں بنیادوں پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا صحیح طریقہ معلوم کریں، ہمیں اس کے احکام کا

و مسائل میں احکام شریعت کا اتباع کریں۔ آپ کی تعلیمات و ہدایات کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے علم و ہدایت حاصل نہ کریں۔ کفار و مشرکین اور گمراہ قوموں کے علوم و فنون اور اہام و فتنوں کے پیچھے نہ بھاگیں۔ اپنے اقوال و افعال میں کسی اور کو حکم نہ بنائیں۔ کسی اور کو اپنا قائد، رہنما، ہادی اور مطاع نہ بنائیں، کسی اور کی پیروی نہ کریں۔ اور یہ سب کچھ صرف صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دلوں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عقیدت پیدا کریں اسکے بغیر ہم صحیح معنوں میں مسلمان نہیں بن سکتے۔ اور حیا و اسلام کا ثواب پورا نہیں ہو سکتا۔

علم ووجہ پر وہ ہمیں چلانا چاہتا ہے۔ اس کی رضامندی و ناراضی کے اصول و موجبات سے بھی ہم باخبر ہوں۔ اور اس کے تقرب کی راہوں سے بھی ہم آشنا ہوں۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے رسالت کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ اور توحید کے ساتھ رسالت پر ایمان بھی لازمی ہوا۔ مگر یاد رہے کہ رسالت پر ایمان کے معنے صرف یہ نہیں کہ ہم زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی آخر ازمان مان لیں اعدائے اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم دل سے اس بات پر یقین رکھیں کہ بس انسانوں کے لئے ہادی، نجات دہندہ اور غوث آپ ہی ہیں۔ پھر عملاً زندگی کے تمام معاملات

سوال گیارہ..... اور جواب صبر ایک

(۱) خاوند کے ذمے بیوی کے کیا حقوق ہیں؟ - (۲) خاوند کو بیوی کے حقوق کس طرح ادا کرنے چاہئیں؟ - (۳) خاوند بیوی اور والدین کے حقوق میں کس اصول سے کام لے؟ - (۴) خاوند کو بیوی کے ساتھ کس طرح زندگی گزارنی چاہئے؟ - (۵) والدین اور بیوی کے حقوق میں کس کا حق مقدم ہے؟ - (۶) ایک مرد اپنی کے لئے دنیا ہی میں کس طرح جنت بنا سکتا ہے؟ - (۷) خاوند بیوی کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنے عزیزوں کو کیسے خوش رکھ سکتا ہے؟ - (۸) وہ کیا راز ہے کہ خاوند اور بیوی میں حد درجہ محبت ہی محبت ہو؟ - (۹) کیا خاوند اپنے والدین کا احترام بیوی کے دل میں پیدا کر سکتا ہے؟ - (۱۰) ساس بھو بھواری کے متعلق جھگڑے کا حل کیا ہے؟ - (۱۱) والدین اپنی اولاد کو ملک اور قوم کا خادم کیسے بنا سکتے ہیں؟ - ان گیارہ سوالات کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ کتاب

”ہدایت نامہ مسلمان خاوند“

منگا کر پڑھیں ۴۱۴ صفحے کی مجلد اور خوبصورت کتاب قیمت صرف چار روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول نوٹش ہر کتاب خواہ وہ کہیں چھپی ہو ہم سے طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ ادب جدید ۲۱ اوڈی رام نیشنل نزدیکی پراؤس ہند روڈ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عورتوں کو بھی مردوں کے برابر حقوق دیجئے

(جناب مولانا کشف الدجی بجمالہ ملّا ظلمہ العالی نقلمن خود)

اللہ سلامت رکھے ہماری پیاری، نخریلی، البیلی اور چکیلی تہذیب مغرب کو اسلئے کہ آج دنیا میں اسی کی برکت اور اسی کے فیض سے حسن و بہار، دلچسپی و دلچسپی عیش و عشرت اور رونق و ہنگامہ آرائی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ساری دنیا کے انسان خشک ملاء مسجد کے بندھنے نکلوتے بند سادھو، جٹا دھاری برہمچاری اور ملنگ بن کر رہ جاتیں اس لئے ہر مذہب ترقی یافتہ، ایٹوڈیٹ اور نامسا انسان کو اس تہذیب کی سلامتی کی دعا مانگتی چاہئے۔ اسلئے کہ اگر دنیا میں یہ نہ ہو تو مذہب و اخلاق کی تاریکیوں سے ساری دنیا میں بلیک آؤٹ ہو جائے۔ یعنی اندھیرا گھپ چھا جائے۔ معلوم نہیں ہمارے ملاء صاحبان بھی اس روشن حقیقت پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ بعضی ہم تو جب سے مولانا بنے ہیں اس پر بے دھڑک ایمان لے آئے ہیں۔ کیونکہ مغربی تہذیب سے اللہ کی قدرت کی وہ شان نظر آتی ہے جو اکبر مرحوم خواہوں میں یورپ کی سرزمین پر دیکھا کرتے تھے۔ آج وہ شان ہندوستان اور پاکستان میں ہر روز پردہ سیس میں پر بصدنا زانوا نواز اور بصد زبانی و درباری رونق افزو ہوتی اور مردوں عورتوں یعنی صنفِ کرخت و صنفِ نازک دونوں کو تحفہ عشق بازی و دیجیائی دیجاتی ہے۔ اللہ کی قدرت کا بہترین، احسن ترین اور اکمل ترین منظر عورت ہے۔ جو قدرت کا شاہکار ہے۔ اور جو آج مردوں کے

دل و دماغ پر کمرانی کر رہی ہے ۵
”آہ ان بچاروں کے اعصاب عورت کے ہوا“
کیا شان رقی ہے کہ ظالم مردوں نے عورتوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ یہ عورتوں کو دنیا کی ہوا نہیں لگنے دیتے ان کو گھروں کی چار دیواری میں مقید کر رکھا ہے۔ اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا کہیں بھی نہیں ہو رہا۔ اور الٹا تقویہ دیکھتے اور سنتے ہیں کہ عورتوں نے مردوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ انہیں رو رہی ہیں کہ بیٹے ”بنو“ کا منہ دیکھتے ہی ماں باپ سے فرٹ ہو جاتے ہیں۔ ”ٹارٹا ٹارٹ“ ایک رات میں پتی تیں مارخان“ کو وہ سبق پڑھاتا ہے کہ قیامت سے پہلے گھروں میں قیامت آ جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ”رستم خان“ اپنی شجاعت، عشرت و چہیت فلسفہ، سیاست، شاعری اور ادب کو بچ کھاتے ہیں۔ ایمان فروشی، ملت سے غداری، رشوت، بلیک مارکیٹ لوٹ مار، دھوکہ، فریبہ اور لچھی پوجا کا بھوت تنکا ہو کر گھروں میں، دفتروں میں اور بازاروں میں ناچنے لگتا ہے۔ اور ہر میاں صاحب کی زندگی کی معراج ”بیوی کا سوٹ“ اور ریشمی شلوار بن جاتی ہے۔ بھائی، بھائی کے خون کو جائز سمجھتا ہے۔ اولاد والدین سے نالال اور والدین اولاد سے بیزار۔ باپ بیٹے کے حق میں دشمن۔ بیٹا باپ کے خون کا پیاسا۔ کسی کی خوشنودی ہر شوہر سے مطالبہ کرتی ہے کہ جو

مرد اپنے اعصاب پر عورت کو سوار کرنے کے بعد بھی غل چا سہہ ہیں کہ ۵

دل میں آئے گزرو۔ مذہب کی زنجیریں توڑ دو، اخلاق کی بندشیں تار تار کر دو، قانون کے ساتھ ”چار سو بیس“ کھیلو عدالت کی آنکھ میں خاک جھونک دو اور اگر کوئی مختب ٹو کے تو اس کی آنکھیں نکال لو۔

اللہ اللہ، قدرت کی کیا شان ہے کہ اس کے بعد بھی ملک و ملت کے پاسبان کہتے ہیں کہ زمانہ بہت ”اڈوانسڈ“ دستیابیافتہ ہو چکا ہے۔ اور ظالم مردوں نے عورتوں کے حقوق دبا رکھے ہیں۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ غریب مردوں نے تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ یعنی اللہ کا حق۔ ماں باپ کا حق، بہن بھائیوں کا حق، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا حق، یتیموں اور میواؤں کا حق، قوم کا حق، ملک کا حق اور حکومت کا حق دینا جہان کے سارے حقوق سمیٹ سماٹ کر عورتوں کو دے رکھے ہیں۔ پیارے مرد کی کیا مجال جو عورت کے سامنے ان حقوق میں سے کسی حق کا دم بھرے۔ ان بے بس شوہروں نے اپنے دل، اپنے دماغ، اپنے علم، اپنی عقل اپنے ادب، اپنی شاعری، اپنی سیاست، اپنی لیڈری اور اپنی راحت سب چیزوں کو عورتوں کے قدموں پر بچھا کر رکھا ہے۔ اس کے بعد اب وہ کونسی چیز ہے جو ظالم مرد دبائے بیٹھے ہیں۔ بڑے کوئی مغرب زدہ اور فیشن ایبل انسان جو مولانا کشف الدجی، بجا مالہ کو یہ سمجھائے کہ وہ کونسی چیز ہے جو ظالم مردوں نے عورتوں کو نہیں دی۔ اور آپ انکو دلوانا اور عورتوں کی وکالت کرنا چاہتے ہیں۔

بھئی ہم نے تو بہت سوچا ہماری سمجھ میں تو خاک نہ آیا۔ لیکن آج جو ہم نے نظم ”عقد ثریا“ پڑھی تو دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور بات سمجھ میں آگئی۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے عقل و خرد باختہ مذہب انسان کہتے ہیں کہ مذہب و اخلاق

کو ہرگز ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ آزاد مرد اور آزاد عورت کے آزادانہ اختلاط و لطف اور تمتع اندوزی کے بیچ میں کسی قید اور شرم و حیا کی ٹانگ اڑادے۔ اور کسی کے مزے کو کر کے کر کے رکھ دے۔ اگرچہ ہم مولانا ہیں یعنی تقدس مآب اور شرعی پردہ کے حامی مگر دل ہمارا بھی اندر سے یہی کہتا ہے کہ بیشک عورت چھپائے کی چیز نہیں، بلکہ اس کو رونق محفل ہونا چاہیے۔ نمائش حسن و عیاں کو زیادہ سے زیادہ شوق خود نمائی دینا چاہیے۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقہ اور ضابطہ ہے کہ ایک بیوی صرف ایک ہی شوہر کے لئے مخصوص ہو کر رہ جائے۔ دوسروں کا اس میں کچھ بھی حصہ نہ ہو۔ یعنی سب عورتیں سب مردوں کے لئے اور سب مرد سب عورتوں کے لئے ہوں۔ عورتیں مردوں کی غلام ہوں اور مرد عورتوں کے مطیع۔ یہ ہمارے مولوی و ملا لوگ اس راہ کا پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ عیش و عشرت و راحت میں محفل ہیں۔ اسلئے گردن زدنی۔

بہر حال ہم مولانا بیانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ دنیا کو شمع ہدایت دکھانے والے مسلمان بھائیو! اس مغربی تمدن کے بھڑوں میں نہ آؤ اور مغربی تہذیب کی تاریکیوں میں اپنے آپ کو گم نہ کرو۔ آنکھ کھول کر دیکھو ہم مردوں نے عورتوں کو سب کچھ دے رکھا ہے۔ ہم نے عورتوں کو نہیں بلکہ ہم کو عورتوں نے دبا رکھا ہے۔ اگر آپ کو ہماری اس بات پر یقین نہ آئے تو سینماؤں میں جا کر دیکھ لو یورپ والیوں کی تقلید میں ہماری خواتین پردہ نشینوں پر بن کر ہمارا ایمان تک سلب کر کے ہمارے دل و دماغ پر حکمرانی کر رہی ہیں۔

فباى حدیث بجلد یقسمون
اگر اس زمانہ میں کوئی جاہل، وحشی، اکھڑ اور ظالم مرد

باندھ کر، گالوں کو غازہ سے رنگ کر، ہونٹوں پر مصنوعی سرخی لگا کر، آنکھوں میں جیلیائی کا سرمہ لگا کر اور اپنے جسم کو عریاں کرتے ہوئے غیر مردوں کے پہلو پہ پہلو بجلیاں گراتی، لہجائی ہوئی نظروں کو گر ماتی اور دلوں میں عشق کی آگ لگاتی ہوئی کبھی ال روڈ، کبھی پبلس ہوٹل اور کبھی نشاۃ تیسٹیر میں رونق افروز ہوں۔ تو یہ تو آنکھو حاصل ہے۔ دنیا بھر کے مولویوں، مفتیوں اور محاسبوں کی مجال نہیں جو اس آزادی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ پھر خطرہ کس بات کا؟ اور رونا کس چیز کا؟

مکلف و تفتن برطرف

ہم اپنے مغرب زدہ بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں ایک درد مندانہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے بند اور بندو! خدارا ہوش میں آؤ۔ سوچو، سمجھو اور غور کرو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا کہہ رہے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ بھائیو اور بہنو! آزادی اور ترقی وہ نہیں جس کا چسکا تہیں انگریز لگا گیا ہے۔ وہ درحقیقت تنزل اور بربادی ہے۔ یہ آزادی اور ترقی جبر تم مر رہے ہو اس نے تمہیں حقیقت و بصیرت اور شرافت و انسانیت سے محروم کر دیا ہے۔

یاد رکھو تفتن فی الدین، خدا پرستی و بنداری، خدا کی وحدت و بندگی، شوہر کی اطاعت، اولاد پر سنگرائی، بزرگوں کا پاس ادب چھوٹوں پر شفقت، محتاجوں پر ترس اور خانہ داری کے تمام اصولوں سے واقفیت۔ یہ چیزیں ہیں جن سے ہماری عورت کا وجود آزادی کی دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو وہ حسن جس کا خمیر متانت اور محبوبیت سے ہو وہ لاکھ بے پردہ ہو مگر جب نظر آئے تو پردہ میں مستور ہو کر۔ حسن جب بے پردہ ہوتا جائے تو وہ بازاری ہو جاتا ہے۔ جب بازاری ہوا تو عام ہوتا اور جب عام ہوا تو حسن نہ رہا۔ اس نکتہ کو سمجھو۔

اپنی عورت کی مار پٹائی کرتا ہوا نظر آئے، اسکو بات بات پر چڑکے، اس پر عجب جملے اور اس سے اپنی اطاعت کرائے تو سمجھ لینا چاہئے وہ ایک قسم کا جانور ہے۔ جسے زمانہ کی ہوا نہیں لگی وہ ذوق سلیم سے محروم ہے اور اس قابل کہ اسکو کسی عجائب خانہ میں اٹھا کر دھر دیا جائے۔ کہ اس روشنی کے زمانہ میں ایسے تاریک دماغ انسان نما حیوان بھی پائے جاتے ہیں۔ پس ہمارا یہ دعویٰ اپنی جگہ قائم اور ناقابل تردید ہے کہ ہم نے عورتوں کا کوئی حق نہیں دیا رکھا۔ بلکہ وہی ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں لئے بیٹھی ہیں۔

چنانچہ ہمارے فیشن ایبل بھائی کہتے ہیں کہ فلمی آرٹ اب موجودہ تمدن کی طرح بہت ”اڈوانسڈ“ ہو گیا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ان ”بالا خانہ والیوں“ کی جگہ شریف اور اونچے گھرانے کی بہت سی فخر زمانہ اور فخر قوم ہو میٹھیوں نے حاصل کر لی ہے۔ ضرورت کے مطابق سن، کالج کا تعلیم یافتہ حسن، ساڑھیاں باندھنے کے ریت نئے فیشن، عشق کرنے کے سائنٹفک طریقے، نظربادی کی ماہرانہ مشق اور یہ فلمی ستارے اور ان کے درشن کرنے والے پجاری، دیکھنے والے عیس عامری قسم کے بی۔ اے۔ پلیڈر، وکیل، بیرسٹر، لائف انشورنس کمپنیوں کے مینجر وزیر، لیڈر، شاعر اور ادیب۔ فرمائے اس حسن کی نمائش اور اس کی مقبولیت و مسحوریت کے بعد عورتیں اور ان کے وکیل حضرات اور کوئی حقوق ان کو دلوانا چاہتے ہیں؟ اس آزادی اور ترقی میں عورتوں کا نمبر اول اور باوجود اس حقیقت کے عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہونے چاہئیں کامطام ہماری سمجھ سے تو باہر ہے۔

اگر ہماری خواتین محترم کے نزدیک آزادی یہی ہے کہ وہ خوبصورت، فوق البعوض اور باریک نمائشی ساڑھیاں

اسلام میں مزدوروں کے حقوق

(مولانا سید سیداح الدین صاحب کا کاخیل)

گزشتہ سے پیوستہ

اسلام میں مزدور کے حقوق

صحیح بخاری کی ایک حدیث

چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) مزدور، اور جو مزدوروں سے کام لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے کہ ان کو وہ اپنا بھائی خیال کریں اور دونوں میں آپس کے تعلقات کی نوعیت ایسی ہو جو بھائی بھائی میں ہوتی ہے۔ اگر صرف اتنی بات بتا دیجائی اور عمل کرنے والے اسی پر عمل کرتے تو بھی تمام الجھنوں اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے کافی تھی۔ اگر کارخانہ دار۔ کارخانہ کے مزدور

کو اپنا بھائی خیال کر لے تو پھر بتائیے اس کے کسی حق میں کمی کر سکے گا۔ یقیناً مزدور کی ہر تکلیف کو دور کرنا۔ اور ہر طرح کا آرام متیا کرنا وہ اپنا فرض سمجھے گا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجمال پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ واضح کر کے فرمایا۔

(۲) کہ کم از کم کھانے پینے اور رہنے سہنے کی حد تک دونوں کی معاشی سطح برابر ہو۔ جو خود کھائے وہی مزدور کو کھلائے

فَلْيُطْعِمَهُ مِمَّا يَأْكُلُ اور جو خود پینے وہ مزدور کو پھنڈے و لیبلبسلہ مِمَّا يَلْبَسُ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امت کے معاملہ میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے۔ اگرچہ شرح حدیث نے یہاں امر کو استحباب کے لئے کہا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مزدور کو لینے والے کو چاہئے کہ وہ ایسا کرے لیکن حالات کے اعتبار سے اور بعض خود غرض اور لالچی کارخانہ داروں کے نامناسب رویہ کو دیکھ کر اسلامی حکومت مستحبات اور مندوبات کو وقتی طور سے لادمی قانون کا درجہ دے سکتی ہے۔ اور

سے مزدوروں اور نوکروں کے حقوق پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک موقع پر ارشاد فرمایا: اَخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَ اللَّهُ تَحْتَ اَبْدَانِكُمْ فَنَ كَانِ اَخْوَاهُ تَحْتَ اَبْدَانِكُمْ فَلْيُطْعِمَهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبَسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تَكْلِفُوهُمْ مِمَّا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ فَاعْيُنُوهُمْ (بخاری شریف، بخول) یعنی تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے، تمہارے بھائی ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کو تمہارے ہاتھ کے نیچے ڈال دیا ہے۔ پھر جس کا بھائی کسی کے ہاتھ کے نیچے پڑ جائے تو چاہئے کہ جو کچھ خود کھاتا ہو وہ اُسے کھلائے اور جو خود پینتا ہو وہ اُسے پھنڈے۔ اور اُس پر اتنا کام نہ ڈالو جو اُن کو کرنے سے لاجار و حاجر کر دے۔ اور اگر تم نے اُن پر زیادہ بار ڈال دیا ہے تو پھر اُن کی امداد و اعانت کرو۔

آج اگر کارخانہ دار صحیح مسلمان بن کر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کریں۔ اور مزدور بارگس و بہن کا نعرہ چھوڑ کر اسکو سے نگاہیں پھیر کر اپنے بادیعی عظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے حقوق کا اسلامی طریقہ کے مطابق مطالبہ شروع کریں تو بہت آسانی سے کسی طبقاتی جنگ اور کشت و خون کے بغیر سارے پیچیدہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ بخاری شریف کی مندرجہ بالا حدیث سے

1700 10 10 10 10

رجسترد ایل نمبر ۲۶۵۰